Postal Regd. No.LW/NP/63/2006to2008
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Vol. No. 44 Issue No. 12

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off: 0522-2740406
Fax: 0522-2274834 - 2741231
E-mel: nadwa@sancharnet.in

25 April 2007

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram
Jewellers

Phone: Shop. 0522-2274606
(R) 0522-2616731

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

Ph:2266786
Mob:9415015169

ثناء جویلرس

SANA JEWELLERS

Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad

۳۰۱/۱۲ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/12, Sarai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

کی ایک قابل اعتماد دوکان

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
براچی: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O.: Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel.: 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell.91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Ph:2260433

جدید و کلش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینار مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

حاجی صفی اللہ جویلرس

شوروم

پرویز اختر، محمد سلیم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editer: *Shamsul Haq Nadwi* Office. Ph: 2740406 Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685

DESIGNED BY HAMID, DALIGANJ LUCKNOW. Mobile: 9415769282 - 9305672904

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

عُشاق حق کے عزم وثبات کی آزمائش

اصحاب کہف کو اگر اپنے عہد کی ضلالت وطغیان سے درماندہ ولاچار ہوکر پہاڑ کی غار میں پناہ لینی پڑے، تو گو وہ عہد جاچکا ہے لیکن اس عہد کی ضلالت وطغیان اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی عشاق حق کے عزم وثبات کے لئے ایک ویسی ہی آزمائش درپیش ہے۔ آج بھی ظلم کی حکومت ہے، بطلان وفساد کی حکمرانی ہے، جور وطغیان کا دور دورہ ہے اور اصحاب کہف کی بستی کی طرح صرف ایک ہی قطعہ ارضی نہیں، بلکہ تمام کرۂ ارضی کی خشکی تری حق وعدالت سے محروم ہوگئی ہے اور خدا کی زمین پر اس کے مظلوم ودرماندہ بندوں کے لئے کوئی گوشۂ امن وعافیت باقی نہیں رہا ہے۔ ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ گویا زمین کی تمام پچھلی نامرادیاں لوٹ آئی ہیں، اور تاریخ عالم کی ساری گزری ہوئی شقاوتیں ایک ایک کرکے پلٹ رہی ہیں، سرزمین اصحاب کہف کا جبر وطغیان، فراعنۂ مصر کا ظلم واستبداد، نمارۂ کلداں کا غرور وتمرد، اصحاب مدین کا انکار واعراض، قوم عاد کا فسق وعدوان، یہ سب کچھ بیک ظرف وزمان جمع ہوگیا ہے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد)

Rs.10/-

۱۰ مئی ۲۰۰۷ء

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۴ — شمارہ نمبر ۱۳

۱۰ رمئی ۲۰۰۷ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

مدیر مسئول: مولانا نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۰۰/ — فی شمارہ ۱۰/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے ۴۰/ ڈالر

ڈرافٹ بنام تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے فرمداری نمبر کے پیچھے اگر لال لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا فرمداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (مدیر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات نیگور مارگ، بہار شاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Computer Tameer Hayat (Hashmat Ali)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

شعروادب

غزل — حافظ شیرازی — ۲

اداریہ

شریعت پر عمل ہی مسائل کا حل ہے — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۳

بصیرت افروز

یہ دین زندہ ہے..... — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ — ۵

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۶

تذکیر

تم سبھی کچھ ہوبتاؤ تو مسلمان بھی ہو — حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھیؒ — ۷

فتویٰ نویسی

فتویٰ میں میرا انداز — ڈاکٹر یوسف القرضاوی — ۸

جہان مسلم

جہاں مسلمان بستے ہیں — نذر الحفیظ ندوی — ۱۱

ہوشیار!

شرق اوسط میں امریکی حکمت عملی.. — حمیز کرتھ — ۱۳

عیسائی مشنری — محمد وثیق ندوی — ۱۸

رپورٹ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا دورہ امارت شرعیہ، پٹنہ، بہار — مولانا عبدالباسط ندوی — ۱۵

تجزیہ

اسرائیل زوال کی راہ پر — سلمان نسیم ندوی — ۲۱

تہذیب حاضر

ورجینیا میں قتل عام... — انیس احمد ندوی — ۲۴

دین حنیف

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے — سید محمد جمشید ندوی — ۲۷

رسید کتب

تعارف وتبصرہ — ابوالمعظم ندوی — ۳۰

سنسار لائٹ ایل ای ڈی ٹارچ

جدید تکنیک کا کمال
اندھیرے میں قابل اعتماد ساتھی

خصوصیات

- عام ٹارچ سے ۸۰ گنا تک بیٹری چلے
- ایل ای ڈی ایک لاکھ گھنٹوں تک چلے
- تیز روشنی - عمدہ فوکس - پائیدار
- سیدھا رکھیں یا ڈوری سے لٹکائیں
- مضبوط اے. بی. ایس. باڈی اعلیٰ پرزوں کے ساتھ
- استعمال کا خرچ موم بتی سے بھی کم

مارکیٹ ذریعہ

سنسار لائٹ کمپنی

باغ گونگے نواب، امین آباد، لکھنؤ

Mktd. by :
SANSAR LIGHT Co., INDIA
E-mail : sansarlightco@rediffmail.com

Ph.: 2627645, 3910907, 9335901987

شعروادب

”دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند“

از.....حافظ شیرازی

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند ☆ گلِ آدم بسرشتند وبہ پیمانہ زدند
ساکنانِ حرم سرّ عفافِ ملکوت ☆ بامنِ راہ نشیں بادہ مستانہ زدند
شکر ایزد کہ میان مَن اوصلح فتاد ☆ صوفیاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند
جنگ ہفتاد ودوملت ہمہ را عذر بنہ ☆ چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند
آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ☆ قرعہِ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند
نقطۂ عشق دل گوشہ نشیناں خوں کرد ☆ ہمچوآں خال کہ برعارضِ جانا نہ زدند
مابصد خرمن پندار زرہ چوں نرویم ☆ چوں رہِ آدم خاکی بیکے دانہ زدند
آتش آن نیست کہ برشعلہ اوخندد شمع ☆ آتشِ آنست کہ درخرمنِ پروانہ زدند
کس چوحافظ نکشید از رخ اندیشہ نقاب ☆ تاسرِ زلفِ عروسانِ سخن شانہ زدند

ترجمہ

(۱) میں نے کل شب دیکھا کہ فرشتوں نے میخانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آدم کی مٹی کو گوندھا اور اس سے پیمانہ بنایا۔
(۲) عالم ملکوت کے پاکدامنی کے راز کے حرم میں بسنے والوں نے مجھ مسافر کو مستانہ شراب دے دی۔
(۳) خدا کا شکر ہے کہ مجھ میں اور اس میں صلح ہوگئی، صوفیوں نے رقص کرتے ہوئے شکرانہ کا ساغر پیا۔
(۴) بہتر ملتوں کے اختلاف کو معذور سمجھ چونکہ انہوں نے حقیقت نہیں دیکھی افسانہ کی راہ پر چل پڑے۔
(۵) آسمان امانت کا بوجھ نہیں اٹھا سکا مجھ دیوانے کے نام انہوں نے فال کا قرعہ نکال دیا۔
(۶) عشق کے نقطہ نے گوشہ نشینوں کے دل کو خوں کر دیا اس تل کی طرح جو انہوں نے معشوقوں کے گال پر لگا دیا۔
(۷) ہم تکبر کے سوکھلیانوں کے ہوتے ہوئے راستہ سے کیوں نہ بھٹکیں جب کہ انہوں نے خاک سے بنے ہوئے آدم کا ایک دانہ کی وجہ سے راستہ بند کر دیا۔
(۸) آگ وہ نہیں جس کے شعلہ پر شمع مسکرائے، آگ وہ ہے جو انہوں نے پروانہ کے خرمن پر لگا دی۔
(۹) خیالات کے رخ سے حافظ کی طرح کسی نے نقاب نہیں اٹھایا جب سے سخن کی دلہنوں کی زلف میں انہوں نے کنگھی کی ہے۔

ادار یہ

شریعت پر عمل ہی مسائل کا حل ہے

از.....حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مسلمان اور مسلم اپنے معنی کے اعتبار سے اس شخص کو متعین کرتا ہے جو اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حکم و مرضی کے حوالہ کردے، عربی زبان میں اسلام کے معنی حوالہ کردینے، سپرد کردینے کے ہیں، اس طرح اصلاً مسلم اس شخص کو کہیں گے جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے سپرد کردیا ہو کہ ہم وہی کریں گے جو ہمارا پروردگار چاہتا ہے، ہم وہی کریں گے جس کی پروردگار نے ہم کو اجازت دی ہے۔ جب ہمیں خود سپردگی یعنی اپنے کو اپنے رب کی مرضی کے حوالہ کرنا ہے تو ہم کو یہ جاننے کی ضرورت ہوگی کہ ہمارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ اور کس طرح کا عمل وہ ہماری زندگی کے لیے پسند کرتا ہے؟۔

لیکن ہو یہ رہا ہے کہ محض مسلمان گھر میں پیدا ہوجانے پر مسلمان عموماً مطمئن ہوجاتا ہے، اور محض اس بات پر وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم مسلم ہیں، اور جب ہم مسلم ہیں تو اللہ پر گویا ہمارا یہ حق بن جاتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ضرور رحم اور عنایت و مدد کا معاملہ کرے کیونکہ ہم مسلم ہیں، لیکن اس بات کو عام طور پر بھلا دیا جاتا ہے کہ مسلمان (مسلم) کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ مسلمان ماں باپ کے یہاں پیدا ہوگیا، بلکہ مسلمان کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے سپرد کردیا۔ لہٰذا ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ کیا ہم نے اپنے کو اللہ کے حکم کے سپرد کیا ہے؟ یعنی اپنی مرضی پر اپنے پروردگار کی مرضی کو ترجیح دی ہے؟ مسلمان کی شان یہ بتائی گئی ہے، بلکہ اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کو اللہ اور رسول (ﷺ) سے اتنی محبت ہو کہ وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ، اپنی اولاد سے بھی زیادہ، اور اپنے گھر والوں سے بھی زیادہ ہو، حدیث میں آتا ہے ”لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین“ اور جب ہمیں حضور ﷺ سے ایسی محبت ہوگی تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات کی ہم خلاف ورزی نہیں کرسکتے، بلکہ ہم کوئی بھی ایسا عمل نہیں کرسکتے جو ہمارے حضور ﷺ کی ہدایت وارشاد کے خلاف ہو، یا جس کو آپ نے پسند نہ کیا ہو۔ اور اگر ہم حضور ﷺ کی پسند کے خلاف کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہمیں اصلاً حضور ﷺ سے وہ محبت نہیں ہے جس محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ یہ محبت اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ کی محبت سے بھی زیادہ ہو۔

اس سلسلہ میں اولاً یہ ضروری ہے کہ ہمیں ان احکام کو معلوم کرنا چاہئے جن احکام پر عمل کرنے میں حضور ﷺ کی تعمیل حکم ہے، اور جن پر عمل کئے بغیر حضور ﷺ سے ہماری محبت ثابت نہیں ہوتی، اور نبی کریم ﷺ کی محبت اگر ہم کو حاصل نہیں ہے تو آخرت میں ہم کو کیا فائدہ حاصل ہوسکے گا؟ آخرت میں نجات اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ ہم کو آپ (ﷺ) کے حکموں پر چلنا ضروری ہے۔

صرف احکام معلوم کرلینے سے کام نہیں چلتا، مسائل کو جاننا ضروری اس لیے ہے کہ اس کے ذریعہ ہی ہم عمل کرسکتے ہیں لیکن اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہماری زندگی میں وہ احکام نافذ ہوں اور ہماری زندگی میں ان کا عمل دخل ہو، اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت، مدد، رحمت اور کرم کا وعدہ اچھے اعمال پر کیا ہے، اچھے اعمال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی تعمیل کی جائے، اور جب ایسا طریقہ اختیار کیا جائیگا تب ہی اللہ کی مدد، اللہ کی نصرت، اللہ کا کرم ہم پر ہوگا، اور اگر خدانخواستہ ہم اللہ کے حکموں کی پابندی نہیں کرتے، بلکہ انہیں نظر انداز کرتے ہیں، اللہ کے رسول کی ہدایات کے خلاف کرتے ہیں تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم کی توقع نہیں رکھنی چاہئے، ہم اس کی نافرمانی کریں وہ ہم پر کرم کرے، یہ کیسے

ہوگا؟ کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے؟

ہمیں اپنی زندگی کا اصل میں جائزہ لینا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکموں پر کہاں تک عمل کر رہے ہیں؟ ہم ان کی مرضی کو اپنی مرضی پر کہاں کہاں ترجیح دے رہے ہیں؟ اگر ان کی مرضی کو اپنی مرضی پر ترجیح نہیں دیتے تو یہ اطاعت نہیں کہلائے گی، اطاعت وہاں کہلائے گی جہاں ہم اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کو ہر چیز پر ترجیح دیں، خرچ کا معاملہ ہو، آمدنی کا معاملہ ہو، کسی سے معاملہ کرنے کی بات ہو، یا کوئی اور معاملہ ہو، زندگی کے بے شمار پہلو ہیں، ہمیں ہر پہلو میں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ ہم اللہ کی مرضی کو ترجیح دیں، اور جس حد تک ہم اللہ اور اس کے رسول کی مرضی پر عمل کریں گے اسی حد تک اللہ کی نصرت، اس کی مدد اور اس کا کرم ہم کو حاصل ہوگا۔ اور اگر ہم اسلام کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہم کو یہ بات نظر آئے گی کہ جب تک مسلمانوں نے اچھی زندگی کا ثبوت دیا تب تک انہیں اللہ کی مدد و نصرت اور کرم حاصل ہوا، قرآن مجید میں صاف صاف اللہ کا وعدہ ہے کہ تم اگر اچھے عمل کروگے تو ہم تم کو نہال کردیں گے اور برے عمل کروگے تو تمہارا مواخذہ کریں گے اور تم کو سزا دیں گے، اور مسلمانوں کے حالات بتاتے ہیں کہ ان کی مشکلات، ان کی پریشانیاں ان کے نقصانات اور ان کی بے عزتیاں جہاں بھی ہم کو ملتی ہیں ہم ان کے متعلق تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ تھا، یہاں انسان کا معاملہ اپنے رب سے ہے، اس نے اگر اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی تو حالات بدل جاتے ہیں، یہ سارا عالم اللہ تعالیٰ کا غلام ہے، یہ دنیا اور سارا عالم ہمارے لیے اسی وقت سازگار ہوگا جب ہم اللہ کے حکموں کے ساتھ اپنے حالات کو سازگار بنائیں گے۔

لہٰذا اصل ضرورت یہ ہے کہ ہم علماء سے مسائل معلوم کرکے اپنی زندگیوں کو اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کا پابند بنائیں، اور جو مسائل ہیں ان کے جو شرعی حل ہیں اور شریعت اسلامیہ میں ان کا جو طریقہ بتایا گیا ہے ہم ان کو سمجھ کر، ان کو اپنائیں۔

آپ تاریخ پڑھ ڈالئے، آپ دیکھیں گے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ عروج و زوال کی تاریخ رہی ہے، بڑے مسائل بھی پیش آئے ہیں، بڑے اچھے حالات بھی پیش آئے ہیں، انکا آپ جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ جب اللہ کی مرضی کے مطابق زندگیاں گزری ہیں تو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئی ہیں اور عزت ملی ہے، اور جب نافرمانی کی ہے تو مسائل اور دشواریاں، مشکلات اور پریشانیاں سامنے آئی ہیں۔

آج امت کا یہ حال ہے کہ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکموں کی فرمانبرداری میں اس کو جس معیار پر ہونا چاہئے ابھی اس پورے معیار پر نہیں ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری زندگی میں طرح طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں، اگر ہم ان پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان میں ہماری بے توجہی کو بہت دخل ہے، ہم کو چاہئے کہ ہم خود اپنی زندگیوں کا جائزہ لے کر انہیں شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں، کیونکہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

شریعت اسلامی کے جو احکام ہیں ان میں علماء کا فریضہ تو یہ ہے کہ ان کے لیے تحفظ کی اور ان کی تعلیم و اشاعت کی جو ضرورت ہو اس کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر فکر کریں، اور عامۃ المسلمین اور سارے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ احکام معلوم کرکے ان پر عمل کریں، اور اپنی زندگیوں میں ان کو نافذ کریں، اس لیے کہ ان کو نافذ کرنے ہی پر اس دنیا میں عزت ہے، اور آخرت میں کامیابی اور سرخ روئی حاصل ہوگی، اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ آخرت میں ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب میں مبتلا نہ ہوں، اور اسی کے ساتھ کہ یہ زندگی بھی عزت و راحت کے ساتھ گزرے۔ لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب ہم اس پر عمل کریں گے۔ آپ اور ہم سب کا فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا جائزہ لے کر یہ دیکھیں کہ ہم شریعت اسلامی پر کتنا عمل کر رہے ہیں؟ شریعت اسلامی زندگی کے لیے اسلامی احکام کو کہتے ہیں، یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے جو احکام ہیں انہیں کا نام شریعت ہے۔ لہٰذا ہم دیکھیں کہ ہم شریعت اسلامی پر کتنا عمل کرتے ہیں، اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں، اور جو نقص اور کمی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس دنیا کے اندر بھی ہم کو عزت اور راحت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوگی۔

☆☆☆☆☆

بصیرت افروز

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

از ..... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے، اور دین کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، اس دین کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر اور مقدر کردیا ہے کہ اس کے لیے زندہ اشخاص برابر پیدا ہوتے رہیں گے، کوئی درخت اس وقت تک سرسبز و شاداب اور زندہ درخت نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ بامثمر نہ ہو، اس میں نئی نئی پتیاں اور نئے نئے شگوفے نہ کھلتے رہتے ہوں، یہ دین زندہ ہے اور زندہ انسانوں کے لیے ہے، اور اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے وہ دین مٹ گئے ختم ہوگئے جنھوں نے روحانیت کے میدان میں، علم کے میدان میں، فکر کے میدان میں، قیادت کے میدان میں، زندہ اشخاص پیدا کرنے بند کردیئے، انسان زندہ اشخاص سے متاثر ہوتا ہے، چراغ سے چراغ جلتا رہا ہے اور چراغ سے چراغ جلنا چاہئے، اور جلتے رہنا چاہئے، اور اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درخت علم، اس کا درخت فکر، اس کا درخت اصلاح اور اس کا درخت روحانیت نئے نئے برگ و بار لاتا رہے، نئے نئے شگوفے کھلاتا رہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری امت بارانِ رحمت کی طرح ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کے لیے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔

(درحقیقت) اسلاف کے کارنامے، اسلاف کا خلوص و صداقت، اسلاف کا تعلق مع اللہ، اسلاف کی استقامت اور اسلاف کی قربانیاں بعد کی نسلوں کے لیے بہترین سرمایہ ہیں اور وہ حیات و زندگی کا پیغام دینے والی ہیں، ہم نے ہمیشہ کہا اور مانا کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے، ان کا حافظہ اتنا قوی تھا، ان کا علم اتنا وسیع تھا، وہ ایسے متبحر عالم تھے، یہ سب سر آنکھوں پر لیکن اتنا کافی نہیں۔

اس دین کے لیے خدا فیصلہ کرچکا ہے کہ یہ دین قیامت تک کے لیے ہے، لہٰذا اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، روحانیت بھی زندہ انسانوں ہی سے قائم ہے، محققین صوفیاء اور مشائخ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ تزکیہ و علم باطن بھی زندہ انسانوں ہی سے حاصل کیا جاتا ہے، اور زندہ انسانوں ہی سے اس کی تکمیل ہوتی ہے، ورنہ ایسے ایسے بلند مرتبہ لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے ایک کافی تھا، لیکن وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں حرکت و نمو ہے، زندگی میں تنوع ہے، ابھی ایک رنگ آیا ایک رنگ گیا، ابھی ایک مرض پیدا ہوا، اور ایک مرض گیا، اس لیے جن کا تعلق اس زندہ کائنات اور عالم طبیعی سے ٹوٹ چکا ہے، وہ ان متحرک اور زندہ انسانوں کی رہنمائی نہیں کرسکتے، فیض ان سے حاصل ہوسکتا ہے (فیض کے جو طریقے ہیں ان کے ذریعے) اس میں غلط فہمی نہ ہو، لیکن رہنمائی زندہ انسانوں ہی سے حاصل ہوتی ہے، کسی نسل میں سب کچھ ہے، بڑے کتب خانے ہیں، تاریخ کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں، لیکن زندہ ہستیاں نہیں ہیں، جن کے قلوب سے اور جن کے اجتہاد فکر سے، جن کے تفقہ سے، جن کی بصیرت سے ہم روشنی حاصل کریں۔

> (آج) عالم اسلامی کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے علماء ملک میں رہیں کہ وہ نئے مسائل سمجھ سکیں، اور نئے مسائل کے حل پیش کرسکیں، اور اس میں وہ شریعت کی مدد سے کتاب و سنت کی مدد سے، اصول فقہ اور فقہ کی مدد سے رہنمائی کرسکیں، اس لیے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے متبحر علماء پیدا ہوں جو وقت کی ضرورت کو سمجھ سکیں اور صحیح رہنمائی کرسکیں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ "ان اللہ یبعث علی رأس کل مائة سنة من یجدد لهذه الأمة أمر دینها" کہ اللہ تعالیٰ ہر سو برس میں ایک مجدد بھیجتا رہے گا، جو اس دین کو تازہ کردے گا، اور تجدید کا فرض انجام دے گا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس وقت تو وہ دین کو تازہ کردے گا پھر وہ سلسلہ ختم ہوجائے گا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرصہ تک اس کا وجود رہے گا "من یجدد لهذه الأمة أمر دینها" کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آئے اور ہفتہ دو ہفتہ کے لیے دین کا چرچا ہوگیا اور چلے گئے، ان میں سے کسی بھی بزرگ کا حال پڑھیں، کسی کا اثر سو برس تک رہا اور بعض ایسے لوگ

پیدا ہوئے جن کا اثر صدیوں تک رہا۔

ریلوے لائن پر ایک چھوٹی گاڑی چلا کرتی تھی، (اور غالباً اب بھی چلتی ہے) جس کو ٹرالی کہتے تھے، لوگ اس کو ٹھیلتے تھے، اور پھر اس پر بیٹھ جاتے تھے، اور وہ چلتی اور پھسلتی رہتی تھی، جب وہ رکنے لگتی تھی تو پھر اتر کر دھکا دیتے تھے، اور بیٹھ جاتے تھے، اس سے لائن کا معائنہ ہوتا تھا، اس امت کی گاڑی کو بھی اسی طرح سمجھئے اور اس کو ٹھیلنے والے اس امت کے علماء اور مشائخ اور مجدد ہیں، یہ اس کو ٹھیل دیتے ہیں اور وہ خود اپنے پہیوں پر چلتی ہے، یہ نہیں کہ اس کو چلاتے ہی رہتے ہیں، گاڑی خود چلے گی اپنے پہیوں پر لیکن اس کو ٹھیلنے اور چلانے کے لیے زندہ انسانوں کی ضرورت ہے، وہ کوئی ٹیکنیکل چیز نہیں ہے، زندہ انسان اس کو بڑھاتے ہیں اور ٹھیلتے ہیں، اور وہ اپنے پہیوں پر چلتی ہے، کیونکہ ٹرالی کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے پٹریوں میں اتنی چکناہٹ اور پہیوں میں اتنی حرکت وسرعت اور چلنے کی اتنی صلاحیت ہو کہ وہ چل سکے، اور آدمیوں کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ اس کو ٹھیل سکیں، اور مسافر جو بیٹھے ہوں وہ ایسے ہوں کے بیٹھے رہیں، اور جم جائیں، اس امت کی روایت یہ ہے کہ جب اس پر تعطل اور بے عملی طاری ہونے لگتی ہے تو کوئی اللہ کا بندہ آتا ہے اور اس کو دھکا لگاتا ہے، اور پھر وہ خود چلتی ہے، اور کچھ دور تک چلی جاتی ہے۔

مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ دونوں کو اس دور کا مجدد سمجھتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی علم دین ہے، جہاں کہیں بھی سنت کی دعوت ہے، جہاں کہیں بھی شرک وبدعت سے اجتناب کا جذبہ اور اس سے تنفر ہے، یہ ان دونوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے، دیکھئے ایک ایسا بھی انسان تھا جس نے اس زور سے دھکا دیا کہ امت کی گاڑی ساڑھے تین سو سال سے برابر چل رہی ہے، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کتنا چلے، پھر کوئی اور اللہ کا بندہ پیدا ہو اور اس کے دھکے سے اور کتنا چلے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا پورا خاندان، حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ کے سوڈیڑھ سو برس کے بعد پیدا ہوا، اور ان کے کام کے اثرات تیرھویں صدی کے ابتداء میں ظاہر ہوئے، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فریضہ ہے تمام مدارس کا اور تمام علماء کا کہ زندہ اشخاص پیدا کرتے رہیں۔

(آج) عالم اسلامی کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے علماء ملک میں رہیں کہ وہ نئے مسائل سمجھ سکیں، اور نئے مسائل کے حل پیش کر سکیں، اور اس میں وہ شریعت کی مدد سے کتاب وسنت کی مدد سے، اصول فقہ اور فقہ کی مدد سے رہنمائی کر سکیں، اس لیے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے متبحر علماء پیدا ہوں جو وقت کی ضرورت کو سمجھ سکیں اور صحیح رہنمائی کر سکیں۔

(از: دعوت فکر وعمل ص: ۲۰۸ تا ۲۱۳ ملخصا)

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

از ..... مفتی محمد طارق ندوی

سوال: کیا حالت جنابت میں اذان دینا درست ہے؟

جواب: حالت جنابت میں اذان دینا مکروہ ہے، اگر جنبی اذان دیدے تو اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔

سوال: کیا عورتیں نامحرم مردوں کے ہاتھوں سے چوڑیاں پہن سکتی ہیں؟

جواب: عورتوں کا نامحرم کو چھونا یا مرد کا نامحرم عورت کو چھونا ناجائز اور حرام ہے۔

سوال: اگر عورت کی ضد پر شوہر طلاق بائن دے دے تو عورت نفقہ کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں عورت نفقہ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور شوہر پر اس کا نفقہ اور سکنیٰ عدت میں واجب ہوگا۔

سوال: تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر تصاویر اتنی چھوٹی ہوں کہ اعضاء ظاہر نہ ہوتے ہوں تو مکروہ نہیں؟

سوال: کیا مؤذن اذان دینے کی اجرت لے سکتا ہے؟

جواب: اذان دینے کی اجرت لینا فقہاء نے جائز قرار دیا ہے، جس وقت کا معاوضہ ہے نہ کہ اذان دینے کا۔

سوال: کیا کسی مسلمان پر بے بنیاد الزام لگانے سے اللہ تعالیٰ کے پاس باز پرس ہوگی؟

جواب: کسی شخص پر تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، اس پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، بے بنیاد الزام لگانے والا خود کو جہنم کا مستحق بناتا ہے، اور خدا کی مدد ورحمت سے خود کو دور کر لیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

تذکیر

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

از ..... حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ

مسلمان تو گردن جھکا دینے والا، اللہ ورسولؐ کے حکموں پر مر مٹنے والا، جان ومال کو قربان کر دینے والا، اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے والا ہوتا ہے، اور اسی تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے وہ اللہ کا محبوب اور دوست بن جاتا ہے، یاد رکھئے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی کہ آدمی اللہ کا دوست اور محبوب بن جائے، آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے ولی کون لوگ ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں ﴿الا ان أولياء الله لاخوف عليهم ولاهم يحزنون، الذين آمنوا وكانوا يتقون، لهم البشرىٰ في الحيوٰة الدنيا وفي الآخرة لاتبديل لكلمٰت الله ذلك هو الفوز العظيم﴾

یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے نہ وہ مغموم ہوتے ہیں، (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور معاصی سے پرہیز رکھتے ہیں ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کا محبوب بن جانا، ایمان وتقویٰ کی زندگی اختیار کرنا یہ ہے فوز عظیم، لکھ پتی ہو جانا اور دنیا کا بہت مال ومتاع جمع کر لینا یہ فوز عظیم نہیں ہے، اور اللہ کے جو محبوب بندے ہوتے ہیں ان کی سب سے بڑی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ جو ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں ان کے خوف کا یہ حال تھا کہ جب صبح کو اٹھتے تھے تو آئینہ لے کر اس میں اپنا چہرہ دیکھتے تھے، جب لوگ پوچھتے کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں تو فرماتے کہ بھائی میں ڈرتا ہوں کہ گناہوں کی وجہ سے کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ جو ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں ان کے خوف کا یہ حال تھا کہ جب صبح کو اٹھتے تھے تو آئینہ لے کر اس میں اپنا چہرہ دیکھتے تھے، جب لوگ پوچھتے کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں تو فرماتے کہ بھائی میں ڈرتا ہوں کہ گناہوں کی وجہ سے کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔

دیکھا آپ نے! باوجود انتہائی تقویٰ اختیار کرنے کے امام احمد بن حنبلؒ کا یہ حال تھا انہیں کا ایک دوسرا واقعہ سنئے، آپ ایک مرتبہ کسی کے یہاں تقریب میں تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ سرمہ دانی رکھی ہوئی ہے، پوچھا یہ کس چیز کی بنی ہوئی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ چاندی کی ہے تو فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے، اور یہاں چاندی کی سرمہ دانی استعمال ہوتی ہے اس لیے ایسے گھر میں دعوت نہیں کھاتا اور واپس جاتا ہوں یہ کہہ کر اٹھے اور وہاں سے چل دیئے۔

یاد رکھو! ایک آدمی اگر کوئی گناہ کا کام کرتا ہے اور دوسرا اس کے ساتھ ہو جاتا ہے تو وہ بھی گناہ میں شریک سمجھا جاتا ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنی برادری کو، دوستوں کو تو ناراض نہیں کر سکتے مگر اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کر دیتے ہیں۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ جو دہلی میں تھے تبلیغی جماعت انہیں کی طرف منسوب ہے وہ فرماتے تھے کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ شادی بیاہ میں بھائی بند کو راضی کرتے ہیں، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں سے دشمنی اور بگاڑ ہوتا ہے ایسے موقعوں پر ان کو سو طرح خوشامد کر کے راضی کرتے اور مناتے ہیں، حتی کہ پرجوں کو بھی راضی کرتے ہیں ایسے وقت میں وہ بھی اکڑ جاتے ہیں کہ آج تقریب ہے ہم کچھ لے کر رہیں گے، اور آپ ان کو دے کر خوش کرتے ہیں، اسی کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ قیامت نہیں ہے کہ برادری کو راضی کرتے ہو، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتے ہو۔

کہاں ہے امت!! کہ خدا ناراض ہو جائے تو پرواہ نہیں، رسولؐ ناراض ہو جائے تو پرواہ نہیں، قرآن کے خلاف کرے تو پرواہ نہیں، حدیث کے خلاف کرے تو پرواہ نہیں، کیا اسی کا نام ایمان ہے؟ اور مومن کی یہی شان ہے؟ صحابہ کرامؓ تو ہر وقت اسی کی فکر رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو کیسے راضی کریں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے خوش رکھیں، ہائے افسوس! مسلمان کہاں پہنچ چکے ہیں۔ (از: روح البیان، ص: ۷۳)

☆☆☆☆☆

فتویٰ نویسی

فتویٰ میں میرا انداز

از ..... ڈاکٹر یوسف القرضاوی

زیر نظر مضمون عالم اسلام کے ممتاز عالم دین اور داعی علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے ایک مقالہ کی تلخیص ہے، جس میں ڈاکٹر صاحب نے فتویٰ نویسی میں اپنے انداز واسلوب اور عصر حاضر میں اس کی معنویت وافادیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی ہے، فتویٰ میں ڈاکٹر صاحب کا ایک منفرد اور خاص انداز ہے، جس سے صدفی صد اتفاق حق اختلاف رائے کے منافی ہے، البتہ اس مضمون کی جو اصل روح ہے اس سے شاید کسی کو اختلاف ہو۔ (ادارہ)

مصادر شریعت اور سلف کے علمی ورثہ کو بنظر غائر مطالعہ کرنے اور موجودہ حالات اور زمانہ کی رفتار کا قریب سے مشاہدہ کے بعد ہم نے اپنے فتوی کا ایک منہج اور خاص انداز اختیار کیا ہے، اس انداز کو میں عملاً برت رہا ہوں اور اس کے مفید اور ثمر آور نتائج سامنے آرہے ہیں، فتوی سے متعلق ہمارا یہ طریقہ چند بنیادوں پر قائم ہیں جس کی تفصیل اس طرح ہے:

مسلکی عصبیت سے پرہیز

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز مسلکی عصبیت اور متقدمین ومتاخرین فقہاء کی اندھی تقلید سے بچنا ہے، آنکھ بند کرکے اپنے ائمہ اور فقہاء کی بات نہ ماننا ان کی شان میں کمی نہیں ہے، بلکہ ان کی پوری عزت وعظمت اسی میں ہے، اور یہ ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا اور ان کی اس وصیت پر عمل کرنا ہے، ہم نہ ان کی تقلید کریں اور نہ ان کے علاوہ دوسروں کی تقلید کریں، بلکہ شریعت کے جن سرچشموں سے وہ فیض یاب ہوتے تھے ہم بھی انہی کی طرف رجوع کریں، البتہ ان کی تقلید نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ان کے فقہی میراث سے اعراض کریں بلکہ مناسب یہ ہے کہ ہم ان کی طرف رجوع کریں اور ان کے مختلف مکاتب فکر سے استفادہ کریں۔

فتوی کا یہ منہج اس بات کا متقاضی نہیں ہے کہ علماء اپنی فہم اور بصیرت کے اعتبار سے اجتہاد کے درجہ پر فائز ہوں جیسا کہ ہمارے ائمہ کرام تھے، بلکہ ان سے درج ذیل اوصاف کا مطالبہ کرتا ہے:

۱۔ علماء کسی بھی مسئلہ میں مضبوط دلیل کے بغیر کوئی رائے اختیار نہ کریں، اور ان لوگوں کی طرح نہ بنیں جو دلیل اور برہان کو دیکھے بغیر محض اس لیے کسی رائے کی حمایت کرتے ہیں کہ وہ فلاں شخص یا فلاں مسلک کا قول ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين﴾ اور علم کو علم اس وقت تسلیم کیا جاتا ہے جب کہ اس کی پشت پر دلیل کی قوت بھی ہو، حضرت علیؓ کا مقولہ ہے کہ "لاتعرف الحق بالرجال بل اعرف الحق تعرف الرجال" حق کو افراد کے ذریعہ مت پہچانو، بلکہ حق کو جانو، افراد کو خود پہچان لوگے۔

۲۔ علماء اس پر قادر ہوں کہ مختلف اقوال اور باہم متعارض آراء کے درمیان ترجیح قائم کرسکیں، دلائل کی روشنی میں موازنہ کریں، نقلی اور عقلی اعتبار سے اس کے مستدلات پر غور کریں اور جو نصوص شریعت کے موافق اور مقاصد کے لحاظ سے اقرب ہو ان کو اختیار کریں اور لوگوں کے مصالح کی تکمیل کریں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت نازل فرمائی ہے۔

یہ کام ایسے شخص کے لیے مشکل نہیں ہے جو عربی زبان اور اس کے علوم سے واقف ہو، شریعت کے کلی مقاصد کو جانتا ہو اور اس کے ساتھ تفسیر، حدیث اور فقہ مقارن کی کتابوں سے بھی باخبر ہو۔

۳۔ اس کے اندر جزئی اجتہاد کی صلاحیت ہو، اس طرح کہ جن مسائل میں متقدمین فقہاء کی کوئی رائے نہیں ہے، وہاں کسی نص کے عموم سے یا کسی منصوص مسئلہ پر قیاس کرکے اس کا حکم نکال سکے، اسی طرح استحسان، مصالح مرسلہ اور شریعت کے دوسرے ماخذ کے ذریعہ اس کے حکم تک پہونچ سکے۔

آسانی کرے سختی نہ کرے

دوسری ضروری چیز یہ ہیکہ شدت اور تنگی کے مقابلہ میں آسانی اور وسعت کی روح کارفرما ہو، اس کی دو وجہیں ہیں: اول یہ کہ پوری شریعت کا دارومدار ہی آسانی اور بندوں کے لیے حرج کو دور کرنے پر ہے، قرآن کا یہی اعلان ہے اور احادیث میں بھی متعدد مواقع پر اس کی صراحت آئی ہے، مثلاً سورہ مائدہ میں طہارت کی آیت کے اختتام پر جہاں تیمم کی مشروعیت بتائی گئی ہے، ارشاد ہے: ﴿مايريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون﴾ سورہ بقرہ میں روزہ سے متعلق آیت کے اختتام پر جہاں مریض اور مسافر کو روزہ توڑنے کی اجازت دی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يريد الله بكم اليسر ولايريد بكم العسر﴾ (البقرہ: ۱۵۸) اسی طرح نکاح میں محرمات کے بیان کے بعد جو لوگ آزاد عورت سے نکاح پر قادر نہ ہوں ان کے لیے باندیوں سے نکاح کی اجازت دی گئی، پھر ارشاد ہوا ﴿يريد الله ان يخفف عنكم وخلق الانسان ضعيفا﴾ (النساء: ۲۸) اس طرح متعدد مقامات پر احکام کے بعد اس طرح کی آیتیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: يسروا ولا تعسروا، وبشروا ولا تنفروا، اور آپ نے فرمایا: انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت اور حلال چیزوں کو حرام قرار دینے میں مبالغہ اور شدت برتنے والوں پر نکیر فرمائی اور فرمایا: من رغب عن سنتي فليس مني، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ مزاج والوں کو اعتدال اور میانہ روی کی صفت اختیار کرنے پر ابھارا، آپ نے فرمایا: ان لبدنك عليك حقا ولاهلك عليك حقا ولزوجك عليك حقا فاعط كل ذي حق حقه۔

دوسری چیز ہمارے زمانہ کا مزاج اور انداز ہے کہ کس طرح روحانیت کو زیر کررہی ہے، خودسری غیرت پر حاوی ہے، اخلاق کی جگہ مفاد پرستی لے رہی ہے، اور کیسے شر کے محرکات بڑھ رہے ہیں اور خیر کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا ہورہی ہیں، اور دین پر چلنا انگارہ پر چلنے کی مثل ہورہا ہے کہ سرکش موجیں ہر چہار جانب سے بلند ہورہی ہیں اور دین کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہے، بد دینی کے اس رجحان کو بڑی قوتیں فروغ دے رہی ہیں اور انہیں غذا فراہم کررہی ہیں اور جو لوگ اس شہوت پرستی کو اختیار کرتے ہیں ان کے لیے آسانیاں فراہم کرتے ہیں اور انہیں اعلیٰ مناصب اور اونچے عہدوں تک پہونچاتے ہیں۔

اس ماحول میں مسلمان مستقل کشمکش کی زندگی گزار رہے ہیں اور انہیں بڑے سخت حالات کا سامنا ہے، اس کو سہارا دینے والے کم ہیں اور راستہ سے بھٹکانے والے زیادہ، اس صورت حال میں اصحاب افتاء کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ حتی الامکان آسانی کو اختیار کریں، اور عزیمت کی بجائے رخصت کا پہلو ان کے سامنے پیش کریں، دین کی ترغیب دیں، اور پرانے طریقہ پر اس کے قدم کو جمائیں، امام نوویؒ نے مشہور محدث وفقیہ سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فقہ آسانی کا نام ہے، اور جہاں تک سختی کی بات ہے تو یہ ہر شخص اپنے اوپر خود ہی کرسکتا ہے انما الفقه الرخصة من ثقة، اما التشديد فيحسنه كل أحد"۔

ہمارے علماء سلف کا یہ طریقہ تھا، وہ اپنے آپ پر تو سختی کرتے مگر لوگوں کے لیے سہولت پیدا کرتے تھے، اسی لیے لوگوں نے امام مزنی کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی ذات پر سختی کرنے والے تھے، اور لوگوں پر سب سے زیادہ آسانی کرنے والے تھے، اسی طرح مشہور تابعی محمد بن سیرین کے اوصاف بھی بیان کئے جاتے ہیں، یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگوں میں دینی رجحان عروج پر تھا، اس کے مقابلہ میں اب ہمارے زمانہ میں کیا رویہ ہونا چاہئے جب کہ لوگ دین سے دور ہورہے ہیں، اس لیے ہم اس کے زیادہ ضرورت مند ہیں کہ لوگوں کے لیے وسعت پیدا کریں، اسی کو میں نے اپنے لیے اختیار کیا ہے، میں فروع اور جزئیات میں آسانی پیدا کرتا ہوں جب کہ اصول میں سخت ہوں۔

آسانی اور وسعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نصوص کو جس طرح چاہیں معنی پہنائیں اور اس سے آسانی کا حکم نکالیں، بلکہ جس آسانی کا میں قائل ہوں وہ اس صورت میں ہے جب کوئی مضبوط اور مستند نص اس کے خلاف نہ ہو، اور نہ ہی کوئی شرعی قاعدہ اس کے معارض ہو، بلکہ میں نصوص شریعت، قواعد اور اسلام کی عمومی روح اور مزاج کے مطابق آسانی کرتا ہوں اسی لیے میں بینک سے سودی فائدہ کی حرمت میں نرمی کا قائل نہیں ہوں، کیونکہ اس کے بارے میں صریح اور ٹھوس نص موجود ہے، جو اس سلسلہ میں نرمی اختیار کرنے والوں کو چیلنج کرتا ہے، اس طرح میں تمباکو نوشی کے عموم کے باوجود اس سلسلہ میں سخت رویہ رکھتا ہوں کیونکہ شرعی قواعد اسے سختی سے منع کرتے ہیں، اس کے برخلاف میں متعدد مسائل میں نرمی کا قائل ہوں جہاں میں حرمت پر دلالت کرنے والے نصوص نہیں پاتا ہوں۔

عام طور پر جہاں دو برابر کی رائے ملتی ہے اور ان میں ایک احتیاط پر مبنی ہے اور دوسرا آسانی پر، تو میں فتوی کے لیے آسان حکم کو اختیار کرتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کہ جب آپ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسانی والے کو اختیار کرتے، اور احتیاط پر مبنی حکم کو مفتی اپنے لیے اختیار کرسکتا ہے، اس طرح جو لوگ عزیمت والے ہیں اور احتیاط چاہتے ہیں انہیں اس کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

لوگوں کو موجودہ رائج زبان میں مخاطب کرنا

موجودہ زمانہ میں مفتی کے لیے جن قواعد کی پابندی ضروری ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں سے اس زبان میں بات کی جائے جس کو وہ سمجھتے ہوں، اور مشکل اصطلاحات اور نامانوس الفاظ سے پرہیز کریں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين للناس﴾ ہر زمانہ کی ایک زبان ہوتی ہے، لہذا ہمارے زمانہ میں جو رائج زبان ہے اس کو اختیار کرنا چاہئے زبان سے مراد محض الفاظ نہیں ہیں جس کے ذریعہ اپنی بات پیش کی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد سوچنے اور سمجھانے کا انداز ہے، ہمارے زمانہ کی زبان درج ذیل چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے، مفتیوں کے لیے ان کی رعایت ضروری ہے۔

۱۔ مخاطب کے جذبات نہ بھڑکائے جائیں بلکہ ان کی عقل کو استدلال کے ذریعہ مطمئن کیا جائے، اسلام کا سب سے بڑا معجزہ عقلی اور استدلالی ہے اور وہ قرآن مجید ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ لوگوں کو چیلنج کیا نہ کہ خوارق عادت چیزوں کے ذریعہ، اور دنیا اسلام کے سوا کسی ایک دین سے واقف نہیں جو عقل اور علم دونوں کا احترام کرتا ہو۔

۲۔ آسان پیرایہ میں بات کی جائے، مانوس اور آسان زبان اختیار کی جائے، بسا اوقات میں بعض عامی الفاظ اور محاورہ بھی استعمال کرتا ہوں، کیونکہ میرا یقین ہے کہ سننے والے اور دیکھنے والے کبھی ایک سطح کے نہیں ہوتے ہیں۔

۳۔ شرعی حکم کے ساتھ اس کی حکمت اور علت بھی بیان کی جائے، اور اسلام کے عمومی نظام سے مربوط کر کے پیش کیا جائے، میں نے اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں اس طرز کو اختیار کیا ہے اس کی دو وجہیں ہیں، اول یہ کہ یہ قرآن وحدیث کا طریقہ ہے، قرآن میں اکثر احکام کے بعد اس کی حکمت، علت بھی ذکر کی گئی ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی انداز تھا، دوسری چیز یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں شک کرنے والے اور شک میں ڈالنے والے زیادہ ہیں، اور عام طور پر لوگ کسی حکم کو اس کی اصل کو سمجھے اور حکمت کو جانے بغیر نہیں مانتے ہیں، اس لیے ہمیں زمانہ کے مزاج اور لوگوں کے مزاج سے واقف ہونا چاہئے۔

اس کے ساتھ ہمارے لیے یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہیکہ وہ اپنے بندوں کو جس چیز کا چاہے مکلف کرے، اور جیسا چاہے حکم دے، لہٰذا ہمیں اللہ کی بات ماننا چاہئے، اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں چاہے ہمیں اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

غیر ضروری چیزوں سے پرہیز

جن قواعد کی پابندی موجودہ دور کے مفتیوں کے لیے ضروری ہے ان میں یہ بھی ہے کہ وہ غیر معتبر باتوں میں نہ خود الجھے اور نہ عوام کو الجھائے، سوالات ہر طرح کے آتے ہیں، بعض مناقشہ چاہتے ہیں، بعض مفتی کا امتحان لینا چاہتے ہیں، بعض مسلمانوں کے درمیان فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہیں، میں ان سوالوں سے اعراض کرتا ہوں، اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، کیونکہ اس سے فائدہ کے بدلے نقصان ہوگا، اور تعمیر کے بجائے تخریب کا سامان فراہم ہوگا۔

فتوی کی مناسب توضیح وتشریح

مجھے قدیم وجدید یعنی علماء کا یہ طریقہ کبھی پسند نہ آیا کہ مسائل کے جواب میں کہا جائے، یہ جائز اور یہ جائز نہیں، یہ حلال اور حرام ہے یہ حق اور یہ باطل ہے، ایسے لوگ طوالت کے خوف سے اس طرح اختصار کا طریقہ اپناتے ہیں، تاکہ فتویٰ اور تصنیف میں فرق باقی رہے اور مفتی مدرس نہ بن جائے۔

یہ طریقہ بعض خاص حالات میں اور بعض خاص لوگوں کے لیے تو جائز ہے، مگر عام لوگوں کے لیے یہ قاعدہ نہیں بن سکتا، حقیقت یہ ہے کہ میں فتویٰ دیتے وقت خود کو مفتی، معلم، مصلح، طبیب اور مرشد سب کچھ سمجھتا ہوں، اور اسی وجہ سے میں بعض جوابات کو پھیلا کر لکھتا ہوں، بعض کی تشریح اور تحلیل زیادہ کرتا ہوں تاکہ ناواقف واقف ہو جائے، غافل متنبہ ہو جائے، شکی مطمئن ہو جائے، متردد ثابت قدم ہو جائے، شرح وبیان سے متعلق میں جن چیزوں کی رعایت کرتا ہوں وہ اس طرح ہیں:

۱۔ فتویٰ کے ساتھ دلیل ذکر نہ کی جائے تو وہ بے فائدہ ہے، بلکہ فتویٰ کا حسن اور اس کی روح دلیل ہی ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کہا ہے۔

۲۔ حکمت اور علت کے تذکرہ سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا ہے، خاص طور پر اس زمانہ میں اس کی ضرورت زیادہ ہے، حکمت کے بغیر سید حا فتویٰ نقل کرنا اور حلت وحرمت کے اسباب پر روشنی نہ ڈالنا فتوی کو خشک بنا دیتا ہے، اس کی وجہ سے بہت سے عقلمندوں کے لیے اس کا قبول کرنا آسان نہیں ہوتا۔

۳۔ اکثر مواقع پر میں نے جسے نفع بخش سمجھا وہ موازنہ ہے یعنی پوچھے گئے مسئلہ سے متعلق اسلامی موقف اور غیر اسلامی نظام یا فلسفہ کے درمیان موازنہ کرنا ہے۔

۴۔ مفتی کے لیے یہ بھی مناسب ہے کہ نامانوس حکم سے پہلے اس کی تمہید ذکر کرے، تاکہ پوچھنے والے کے لیے اس کا قبول کرنا آسان ہو۔

۵۔ فتویٰ اس طرح سے کہ پوچھنے پر کوئی چیز حرام ہو رہی ہے، جب کہ پوچھنے والا اس کو صحیح سمجھتا تھا یا ضرورت کی بناء پر اس کا خواہش مند تھا تو ایسے موقع پر مناسب یہ ہے کہ اس کا جائز بدل بھی بتایا جائے، مثلاً ہم سے کسی نے سودی فائدہ کے لیے بینک میں روپیہ رکھنے سے متعلق پوچھا تو ہم نے اس سے منع کیا اور اسے مضاربہ کی جائز شکل کی طرف رہنمائی کر دی، کوئی حرام شئی ایسی نہیں ہے کہ اس کا کوئی جائز بدل موجود نہ ہو، لہٰذا مفتی کے لیے اس کا بتا دینا مناسب ہے۔

۶۔ کبھی اس کی بھی ضرورت پڑتی ہے کہ سائل کو ایسی چیزیں بتائی جائیں جس سے اس کا سوال مکمل ہو جائے، یا جس کی ضرورت اسے پڑ سکتی ہے، اگرچہ اس نے سوال میں اس کا ذکر نہ کیا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں یا نہیں تو آپ نے جواب دیا ھو الطھور ماءہ والحل میتہ کہ اس کا پانی پاک اور میتہ حلال ہے، حالانکہ سائل نے سمندر کے میتہ کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

تلخیص وترجمانی: منور سلطان ندوی

جہانِ مسلم

جہاں مسلمان بستے ہیں

از ..... نذر الحفیظ ندوی

عدیس ابابا

ایتھوپیا کے مفتی شیخ عمر ادریس نے اپنے ایک بیان میں یہ انکشاف کیا ہے کہ گذشتہ ایک سال کے اندر بارہ ہزار سے زائد لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اور یہ کہ اسلام کے دائرہ میں لوگوں کے داخل ہونے کا سلسلہ برابر بڑھ رہا ہے۔

مفتی ادریس نے بتایا کہ ایتھوپیا کی کل آبادی ارسٹھ ملین ہے، اس میں اگرچہ مسلمانوں کا تناسب ۵۵ فیصدی ہے لیکن استعماری سازش کی وجہ سے مسلمانوں کو حکومت واقتدار سے الگ تھلگ رکھا گیا ہے، وہ سیاسی طور پر غیر موثر ہیں، حالانکہ ملک کی آزادی اور تعمیر وترقی میں ان کا بنیادی حصہ رہا ہے۔

شیخ عمر ادریس نے ایتھوپین مسلمانوں کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے اپنے تعلیمی اور رفاہی ادارے اور تنظیمیں ہیں جو مسلمانوں کے معاملات کو دیکھتی رہتی ہیں۔

دی یونین

مدغاسکر، جزائر القمر اور ماشیسی کے قریب ایک جزیرہ ری یونین ہے جو فرانسیسی نوآبادیات میں سے ہے، وہاں کے باشندوں کی تعداد سات لاکھ ہے، لیکن مسلمانوں کی تعداد تین لاکھ ہے، مدغاسکر کے مسلمان تاجروں کے ذریعہ ایک صدی قبل یہاں اسلام داخل ہوا تھا، مسلمانوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے، لیکن دینی مدارس اور مساجد اس تناسب سے یہاں کم ہیں، رابطۂ عالم اسلامی کے نمائندہ کی رپورٹ پر ری یونین کے مسلمانوں کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ایک بڑی درسگاہ مع ہوسٹل اور متعدد مساجد کی تعمیر ہوئی تھی، لیکن فی الحال یہ بھی ناکافی ہیں، ری یونین میں مسلمانوں کی سرکردہ شخصیت محمود غلام عطیشہ نے کہا ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کی نئی نسل کی دینی تعلیم وتربیت کی اگر فکر نہ کی گئی تو یہاں کے مسلمانوں کی دینی شناخت خطرے میں پڑ جائیگی، انھوں نے اہل خیر سے اپیل کی کہ یہاں دینی مدارس قائم کرنے میں سبقت کریں۔

قاہرہ

جامعہ ازہر کے شعبۂ دعوت کے سربراہ شیخ عبداللہ مجاور نے مصر کے عیسائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہر سال تقریباً پانچ ہزار عیسائیوں کے اسلام میں داخل ہونے کا تناسب ہے، انھوں نے مصری ہفت روزہ "الدستور" کو ۷ راپریل کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ یہ اعداد وشمار واقعہ کے لحاظ سے کم ہیں، غیر سرکاری ذرائع سے ہمارے پاس جو اعداد وشمار ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک عیسائی تنظیم کی طرف سے جو جائزہ مصری مسیحیوں کے بارے میں شائع ہوا ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ زیادہ تر وہ لوگ اسلام قبول کرتے ہیں جو معاشی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں یا عشق ومحبت سے مجبور ہو کر، اس خبر کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ عبداللہ مجاور نے کہا کہ جو لوگ جذباتی بنیادوں پر اسلام قبول کرتے ہیں ان کا تناسب پانچ فیصد سے زیادہ نہیں، ہمارے رکارڈ کے مطابق ۹۵ فیصدی مصری عیسائیوں نے سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا ہے، وہ اسلام قبول کرنے کے بعد نہ تو ہم سے کوئی مادی تعاون طلب کرتے ہیں اور نہ ہی ارتداد اختیار کرتے ہیں بلکہ وہ اپنی مرضی سے سوچ سمجھ کر اور اچھی طرح اسلام کے مطالعہ اور مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور ان کی معاشرتی خوبیوں سے متاثر ہو کر قبول کرتے ہیں۔

یہ بات واضح رہے کہ مصری قبطیوں کی قدیم نسل ہے جو اسلام سے قبل وہاں قائم مسیحی مذہب میں داخل تھی، اسلام کی آمد کے بعد قبطیوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا، اب وہ اقلیت میں ہیں، استعماری حکومتیں گاہے بگاہے ان سے محبت کا اظہار کرتی رہتی ہیں، باوجودیکہ مصری حکومت نے عیسائی اقلیت کو بہت سارے حقوق ضرورت سے زیادہ دے رکھے ہیں، امریکہ کے ڈر سے ان کی غیر معمولی ناز برداری بھی کرتی ہے، لیکن ہمیشہ یہی مشہور کیا جاتا ہے کہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے۔

افریقہ

۱۹۸۶ء میں پہلی بار کویت کے ایک رفاہی ادارہ نے افریقی ملکوں کے مسلمانوں کے لیے ریڈیو اسٹیشن قائم کیا تھا جس سے ان زبانوں میں اسلام سے متعلق بنیادی معلومات نشر کئے جاتے تھے، یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

کویت

ایک دعوتی اور امدادی تنظیم کے سربراہ عبدالرحمٰن سمیط نے بتایا کہ آج سے بیس سال قبل کویت کے اہل خیر نے یہ تجربہ کیا کہ افریقی ملکوں میں مقیم مسلمانوں کو دینی ثقافت سے باخبر کرنے کا سب سے آسان ذریعہ یہی ہے کہ ریڈیو اسٹیشن قائم کئے جائیں، اس لئے کہ عیسائی مشنریز کی طرف سے ایسے ریڈیائی مراکز قائم

ہیں جو عیسائیت پھیلانے میں مشغول ہیں، شیخ عبدالرحمٰن نے بتایا کہ یہ تجربہ بہت مفید رہا، اگرچہ ابتداء میں اخراجات بہت آئے لیکن یہ لاگت کم ہوگئی اور مسلمانوں کی طرف سے مزید ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کا مطالبہ بڑھتا گیا، اس وقت دس افریقی زبانوں میں یہ نشریات ہورہی ہیں اور کامیاب ہیں۔

جرمن

ایک سال کی منظم جدوجہد کے بعد جرمنی میں مقیم مسلمانوں کی چار تنظیموں کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ ان کا ایک نمائندہ ہوگا جو جرمن حکومت کی نظر میں جرمنی میں مقیم تمام مسلمانوں کا نمائندہ ہوگا، اس اتحاد کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جب بھی جرمنی کے مسلمان وہاں کی حکومت سے یہ مطالبہ کرتے کہ یہاں کے مسلمانوں کا مطالبہ مان لیا جائے تو جرمنی کی حکومت یہ کہہ کر مطالبہ مسترد کردیتی تھی کہ تمام مسلمانوں کی نمائندگی یہ تنظیم نہیں کرتی۔

کولون شہر میں ۱۰ر اپریل کو جرمنی میں مقیم مسلمانوں کی چار مرکزی تنظیموں نے بالاتفاق یہ بات طے کی ہے کہ انکی نمائندگی صرف ایک تنظیم کرے گی، واضح رہے کہ جرمنی میں ترک مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، اس لئے انکی تنظیمیں بھی سرگرم ہیں، اس تنظیم کی صدارت ہر چھ ماہ پر بدلتی رہے گی۔

جرمنی میں مقیم مسلمانوں کی انجمن کے صدر ابراہیم زیات نے اس اتحاد کی تشکیل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اب گیند جرمنی حکومت کے پالے میں ہے، اب وہ مسلمانوں کو بنیادی حقوق دینے سے پہلو تہی نہیں کرسکتی، جرمن مسلمانوں کے بنیادی مطالبات ہوں، یا اسلام اور مسلمانوں سے متعلق سوالانہ اعتراضات، ان کو بدنام کرنے کی سازش یا اختیاری پروپیگنڈہ، اب ان سے نمٹنے کا اختیار اس نئی متحدہ تنظیم کو دیدیا گیا ہے۔

ملیشیا

آئندہ اکتوبر میں روسی سیارہ کے ذریعہ ملیشیا خلا میں شیخ مظفر شکر کو بھیج رہا ہے، روس اور ملیشیا کے درمیان پہلی بار ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے ہیں جس کے مطابق روسی سیارہ کے ذریعہ خلا میں ملیشیا کے ایک انجینئر کو بھیجا جائے گا، دوسرے معاہدہ کے تحت ایک ارب ڈالر کی مالیت کے فوجی جہاز روس سے خریدے جائیں گے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اب تک سیاروں کے ذریعہ خلا میں ۸ مسلمان انجینئر اور ہوا باز بھیجے جاچکے ہیں، سب سے پہلے سعودی شہزادہ سلطان بن سلمان امریکی خلائی جہاز ڈسکوری کے ذریعہ ۱۹۸۵ء میں گئے تھے، اس کے بعد جولائی ۱۹۸۷ء میں شامی ہوا باز محمد فارس روسی خلائی جہاز سے خلا کے شوپر گئے، اس کے پانچ ماہ بعد آذربائیجان کے موسیٰ متاروف روسی خلائی جہاز سے گئے اور انھوں نے ایک سال تین ماہ خلا میں گزارے، دوسری مرتبہ بھی موسیٰ نے خلا میں ایک سال سے زائد مدت گزاری اس کے بعد قزاقستان کے دو مسلمان ہوا باز خلا میں گئے۔

کیوبا

اگرچہ کیوبا نے ۱۹۹۱ء میں کمیونزم کے بوجھ سے بڑی حد تک نجات حاصل کرلی تھی لیکن کمیونسٹ پارٹی کا دباؤ حکومت پر بدستور ہے، اس وجہ سے کیوبا کے مسلمانوں کو ابھی تک مسجد بنانے کی اجازت نہیں ملی ہے، جب کہ مسلمانوں کی تعداد پانچ ہزار ہے، جب کہ یہودیوں کی تعداد بارہ سو ہے، مگر انہیں اپنے معابد قائم کرنے کی پوری آزادی ہے، کاسٹرو نے ۱۹۹۶ء میں ویٹکن سٹی کا دورہ کیا، اس کے جواب میں پاپائے روم نے ۱۹۹۷ء میں کیوبا کا دورہ کیا تھا، اس دورے کے بعد میں یہودیوں اور عیسائیوں کو عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت دیدی گئی تھی، رابطۂ عالم اسلامی نے مشہور داعی شیخ عبودی کو کیوبا کے مسلمانوں کے حالات اور ضروریات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا تھا، انھوں نے کاسٹرو سے ملاقات کرکے کیوبا کے مسلمانوں کو مسجد بنانے کی درخواست دی، لیکن کاسٹرو نے یہ کہہ کر انکار کردیا ہم کمیونسٹ ہیں اور کسی مذہب کو تسلیم نہیں کرتے، لیکن وہ اس سوال کا جواب نہ دے سکے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو عبادت خانے قائم کرنے کی کیوں اجازت دی گئی۔

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ۱۸۸۸ء میں کیوبا میں مسلمانوں کی تعداد چھ ملین تھی، کاسٹرو کے برسراقتدار آنے کے بعد بڑی تعداد میں یہاں کے مسلمان ارجنٹائنا و برازیل اور امریکہ چلے گئے اب ان کی تعداد صرف پانچ ہزار ہے، اس میں فلسطین، لبنان، اور مصر و شام کے مسلمان ہیں، ابھی حال میں کیوبا کی ایک خاتون نے اسلام قبول کیا ہے، اس نے اپنا وسیع مکان نماز کے لیے وقف کردیا ہے، جب کیوبا کے مسلمانوں نے اس گھر کو باقاعدہ مسجد میں تبدیل کرنے کی درخواست دی تو ان کا مطالبہ مسترد کردیا گیا، کیوبا کے مسلمانوں کے نمائندہ محمد یوسف مہاجر نے اس سلسلہ میں کیوبا کی کمیونسٹ پارٹی سے ذمہ داروں نے ملاقات کے علاوہ وہاں موجود عرب اور کیوبا فیڈریشن کے ذمہ داروں سے بھی ملاقات کرکے اس مسئلہ کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی۔

لندن

رابطۂ عالم اسلامی کے زیر اہتمام لندن میں نبی رحمت کے عنوان سے ایک روزہ پروگرام ترتیب دیا گیا جس میں برطانیہ کے منتخب سیاستداں، ممبران پارلیمنٹ، صحافی اور دانشور، مسلم اور غیر مسلم، شریک ہوئے۔

اس جلسہ اور نمائش میں نوے ہزار لوگوں نے شرکت کی، انگریزی، فرنچ، جرمن اور یورپین زبانوں میں ستر ہزار سے زائد کتابچے تقسیم کئے گئے، اس کے عنوانات اس طرح تھے۔

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

شرق اوسط میں امریکی حکمت عملی

امریکی نقطۂ نظر

از:..... جیمز کرتھ، پروفیسر پولیٹکل سائنس، سوار تھمور کالج، امریکا

سرد جنگ کے دور میں تقسیم کرنے کی انتہائی کامیاب حکمت عملی کو چین اور روس کے تعلقات میں رخنہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا، اس حکمت عملی کا آغاز ۱۹۷۰ء کے عشرے کے اوائل میں رچرڈ نکسن اور ہنری کسنجر نے کیا، درحقیقت امریکا کی طرف سے چین اور روس کے درمیان اختلاف کو ہوا دینے سے پہلے ہی ان دونوں ممالک کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوچکے تھے، لیکن نکسن انتظامیہ نے ویت نام میں جنگ بند کروانے کی خاطر ۱۹۷۱ء-۱۹۷۳ء کے دوران چین اور روس کے درمیان پیدا شدہ اختلافی صورت حال کا فائدہ اٹھایا، پھر بعد میں چین اور روس کو ایک دوسرے سے علیٰحدہ کرنے کی حکمت عملی کو امریکی انتظامیہ نے کمیونسٹ طاقتوں کے حصے بخرے کرنے کی حکمت عملی کی بنیاد بنایا، امریکی انتظامیہ کی یہ کوشش سرد جنگ میں سوویت یونین پر امریکا کی حتمی فتح کے لیے اہم عنصر ثابت ہوئی۔

عصر حاضر میں اسلامی دنیا پر اس مثال کا اطلاق ان کے درمیان فرقہ بندی، یعنی سنی اور شیعہ تقسیم کے ذریعہ ہوتا ہے، عراق میں سنی اور شیعہ مسلمانوں کے درمیان جاری پُرتشدد فرقہ واریت کے ذریعہ عراق میں موجود تقسیم کی شدت کے متعلق اشارہ ملتا ہے، لیکن سنی اور شیعہ مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت، شکوک وشبہات اور اختلافات، کئی دیگر اسلامی ممالک، خاص طور پر لبنان، شام، سعودی عرب اور پاکستان میں بھی کافی ہیں، عام طور پر سنی شیعوں کو کافر اور کم تر جب کہ شیعہ سنیوں کو منافق اور ظالم سمجھتے ہیں۔

پوری امت مسلمہ میں مجموعی طور پر سنی بہت زیادہ اکثریت میں ہیں، یعنی تقریباً ۸۳ فیصد، جبکہ شیعوں کی تعداد ۱۶ فیصد ہے، اور بقایا ایک فی صد چھوٹے چھوٹے فرقے ہیں، اکثر مسلمان ممالک میں سنی اکثریت میں ہیں، لیکن شیعہ اسلامی دنیا کے نہایت حساس علاقوں لبنان سے خلیج فارس ہوتے ہوئے ایران تک اور آگے دیگر علاقوں میں زیادہ تعداد میں ہیں، ایران اور عراق میں شیعہ اکثریت میں ہیں، جب کہ لبنان میں سب سے بڑی اقلیت کی حیثیت شیعوں کی ہے، وہ سعودی عرب کے تیل سے مالا مال اہم مشرقی صوبے میں بھی واضح اکثریت میں موجود ہیں۔

تقریباً تمام اسلامی ممالک میں وہ افراد حکمراں ہیں، جنہیں کسی نہ کسی طرح سنی سمجھا جاتا ہے، حالیہ دور میں تمام بڑے اسلامی ممالک میں سے صرف ایران ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں شیعہ حکمراں رہے ہیں، لیکن اس وقت عراق میں شیعہ حکمرانی کا امکان اچانک بڑھتے ہوئے مسئلے کی حیثیت اختیار کرتا جارہا ہے (شام میں اس وقت حکمراں افراد کا تعلق علوی فرقے سے ہے اور یہ فرقہ شیعہ مسلک سے علیٰحدہ ہوکر وجود میں آیا ہے) اسلامی دنیا میں آبادی اور سیاسی لحاظ سے سنیوں کا غلبہ ہے، یہ تعجب کی بات نہیں کہ شیعہ انہیں ظالم و جابر تصور کرتے ہیں۔

سنیوں کے انتہا پسند عناصر اسلامی خلافت کے احیا کا خواب دیکھتے ہیں تاکہ پوری دنیا میں اسلامی قوانین کی حکمرانی ہو، ۱۹۲۲ء میں آخری اسلامی خلافت، یعنی خلافت عثمانیہ کو ختم کردیا گیا تو مسلم دنیا مختلف ریاستوں میں تقسیم ہوگئی اور ان کے درمیان باہمی مسابقت کا سلسلہ شروع ہوگیا، نئی اسلامی خلافت کے قیام سے ریاستوں اور ان کے مرتد اور کافر حکمرانوں کا خاتمہ ہوجائے گا، لیکن چونکہ سنی شیعوں کو کافر سمجھتے ہیں لہٰذا امت مسلمہ کی سچی خلافت کو یہ درست اقدام کرنا ہوگا کہ انصاف کے تقاضے کے تحت شیعوں کے اثرات کم کرے اور انہیں ماتحت بنائے، اس لیے اسلامی خلافت کے قیام کا یہ خواب عملی طور پر حقیقت کے جتنا قریب ہوتا جائے گا شیعوں کی طرف سے انتہا پسند سنیوں کے خلاف مزاحمت اتنی ہی بڑھتی جائے گی، اسلامی خلافت کے احیا کا یہ منصوبہ اسلامی تحریک میں ایسی دراڑ ہے جو ٹائم بم کی طرح کسی بھی وقت اسے دو ٹکڑے کرنے کی طاقت رکھتا ہے، جس کے نتائج نہایت تباہ کن ثابت ہوسکتے ہیں۔

عراق شیعہ سنی تفریق کے لیے ایک ٹسٹ کیس اور امکانات سے پُر کٹھالی کی حیثیت رکھتا ہے، یہ تصور کرنا اب بہت آسان ہے کہ عراق میں حالیہ پرتشدد اور شکوک وشبہات پر مبنی تفرقہ بازی، سنی اور شیعہ مسلمانوں یا زیادہ صحیح طور پر سنی اور شیعہ عربوں کے درمیان خانہ جنگی کا پیش خیمہ ہے، کیونکہ سنی کردان دونوں جماعتوں سے خود کو علیٰحدہ رکھنے کی کوشش کررہے ہیں، ان حالات میں عالمی اسلامی تحریک کیسی نظر آئے گی؟ اس کی جو کشش اور معنی آج ہیں تبدیل ہوجائیں گے، ممکن ہے کہ اسلامی شناخت کا تصور کچھ مسلمانوں کے لیے باعث کشش ہو لیکن یہ

اسلامی شناخت، برسرپیکار شیعہ اور سنی شناختوں کے مقابلہ میں یقیناً بہت کم ہوجائے گی، اگر سنیوں اور شیعوں کے درمیان اس اختلاف کے اثرات ہمسایہ ممالک تک پھیل گئے تو اس میں اضافہ ہوگا، بلا شک وشبہ، اگر سنی اور شیعہ مسلمانوں میں یہ اختلاف نہ صرف شدید اور وسیع ہوجائے گا بلکہ طویل عرصے تک چلے تو یہ معاملہ سرد جنگ کے آخری تین عشروں میں پیدا ہونے والے چین روس تنازعہ سے کسی طور کم حیثیت کا حامل نہیں ہوگا، اس صورت میں عالم گیر اسلامی تحریک اپنے معنی اور افادیت کھو بیٹھے گی اور کوئی بھی اس کا نام لیوا نہ رہے گا، مسلم دنیا میں سنی اسلام پسند اور شیعہ اسلام پسند ہوں گے، اور یہ دونوں جماعتیں، امریکا کے بجائے ایک دوسرے کو اپنا سب سے زیادہ بڑا دشمن تصور کریں گی۔

عراق میں سنی عربوں کی تعداد ہمیشہ سے ہی اقلیت میں رہی ہے (اس وقت یہ تعداد ۱۵ سے ۲۰ فیصد ہے) شیعہ عربوں اور سنی کردوں پر ظلم وستم کی طویل تاریخ اور اسلامی مزاحمت کی حالیہ حمایت کے باعث جس کا نشانہ شیعہ اور سنی گرد بھی ہیں، سنی عربوں کو بہت کچھ جواب دہی کرنی ہے، اس طرح انھوں نے ایک خوف ناک خانہ جنگی کی بنیاد رکھ دی ہے۔

سنی عرب رہنماؤں کے عوامی بیانات کچھ بھی ہوں، لیکن درحقیقت وہ عراق پر اپنی اقلیتی حکومت کے خواہاں ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ ایک ایسا جابرانہ نظام چاہتے ہیں جس کے تحت ان کے مفادات کا تحفظ اسی طرح ہوسکے جس طرح برطانیہ کے ہاتھوں عراق کی تخلیق اور اس سے بھی قبل سلطنت عثمانیہ کے دور میں ہوتا رہا، چونکہ سنی عرب ایک چھوٹی سی اقلیت تھے، اس لیے قائم ہونے والی کوئی بھی سنی حکومت خاص طور پر جابرانہ حکومت تھی اور اپنی اقلیتی بنیاد کی تلافی اس حکومت میں شامل افراد کی طرف سے شیعہ اور کرد آبادیوں پر غیر معمولی ظالمانہ اقدامات سے کرتی تھی، ۲۰ ویں صدی میں عراقی معاشرہ جدید ترقی کی راہ پر گامزن ہوچکا تھا، اسی دوران شیعوں اور کردوں نے آہستہ آہستہ زیادہ معاشی اور تعلیمی وسائل حاصل کرلیے، جس نے ان کے سیاسی تحرک اور نظم کو ممکن بنادیا، اس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ بعد میں آنے والی سنی حکومتوں نے بتدریج زیادہ ظالمانہ روش کیوں اختیار کی جس کے باعث بعث پارٹی کی ظالمانہ حکومت قائم ہوگئی اور صدام حسین کے سفاک دور حکمرانی کا آغاز ہوگیا، حکومت اوپر سے دباؤ بڑھا کر ہی زیادہ متحرک ومنظم ہونے والے کردوں اور شیعوں کے نیچے سے آنے والے دباؤں کا مقابلہ کرسکتی تھی۔

صدام حسین کی حکومت کا تقابل اکثر سوویت یا نازی حکومت سے کیا جاتا ہے، بیرونی تنظیمی ڈھانچے کی کارکردگی کے لیے زیادہ تر سوویت ماڈل اختیار کیا گیا، جب کہ اندرونی نظریاتی ڈھانچے کے لیے زیادہ تر نازی انداز فکر کو مثال بنایا گیا، دوسرے تقابل کے مطابق، صدام حسین ہٹلر، بعث پارٹی، نازی پارٹی اور عراقی عوام، جرمن عوام کا کردار ادا کرتے تھے، مزید برآں اس سے بھی زیادہ صحیح تقابل یہ ہوسکتا تھا کہ بعث پارٹی کو نازی پارٹی کے خاص شعبے ایس ایس، اور سنی عربوں کو مجموعی حیثیت سے نازی پارٹی کے متماثل قرار دے دیا جاتا، جب کہ نازی پارٹی کی تعداد کل جرمن آبادی کا صرف ۵ فیصد تھی۔

۱۹۹۰ء کے عشرے کے آخر تک سنی عربوں نے نہ صرف اس جابر حکومت کے ذریعہ بے شمار فوائد حاصل کیے، بلکہ انھوں نے اس نظام حکومت کے متبادل کے طور پر کسی قابل قبول نظام حکومت کا تصور تک نہ کیا تھا، کسی جمہوری نظام کا تو ہرگز نہیں، انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اگر ان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور ان کے محافظ اداروں کو ختم کردیا گیا تو پھر ملک میں مکمل افراتفری کا راج ہوگا، اور طویل عرصے سے ستم رسیدہ شیعہ اور کرد یقیناً انتقام پر اتر آئیں گے۔

اپریل ۲۰۰۳ء میں جب امریکا نے صدام حسین کی حکومت کو تباہ وبرباد کردیا تو سنیوں کے نقطۂ نظر سے یہ بہت برا ہوا، تاہم ابھی بھی عراقی فوج اور بعث پارٹی کے بقایا جات کی صورت میں انکے لیے تحفظ کا سامان موجود تھا، لیکن مئی ۲۰۰۳ء میں امریکا کی قابض فوج کے متکبر لیکن نااہل سربراہ پال بریمر نے عراقی فوج اور بعث پارٹی دونوں کو یکسر ختم کرنے کا حکم جاری کردیا، اس نے یہ حکم بھی جاری کیا کہ تمام حکومتی اداروں کی بشمول صحت اور عوامی سہولیات کی خدمات فراہم کرنے والے اداروں کے بعث پارٹی سے تطہیر کردی جائے، بریمر کے احکامات کا مطلب یہ تھا کہ لاکھوں سنی بے روزگار ہوجائیں۔☆☆☆

سید احمد شہید اکیڈمی کی تازہ پیش کش

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ - دعوت وفکر کے اہم پہلو مولانا کی تحریروں کی روشنی میں

از: مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

حضرت مولاناؒ کے افکار ونظریات اور خدمات کی تفہیم کے سلسلہ میں ایک اہم اور مستند دستاویز

صفحات: ۳۸۴ قیمت: ۱۴۰

سید احمد شہید اکیڈمی، دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی، فون: 09919331295

رپورٹ

علماء کی زندگی کا اہم پہلو دین کی نصرت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا دورہ امارت شرعیہ پٹنہ اور

مختلف اہم دعوتی اور علمی اجتماعات سے بصیرت افروز خطاب

رپورتاژ.....مولانا عبدالباسط ندوی

عالم اسلام کی مشہور ومعروف شخصیت، ممتاز عالم دین، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی، ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۸ راپریل ۲۰۰۷ء کی صبح بذریعہ ٹرین پٹنہ پہونچے، اسٹیشن پر استقبال کے لیے امارت شرعیہ کے اہم ذمہ داران کے علاوہ عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی، رفقاء سفر میں محترم حاجی عبدالرزاق صاحب کے علاوہ محترم مولانا خالد غازی پوری ندوی اور محترم جناب شاہد حسین صاحب تھے، جب کہ حضرت مولانا واضح رشید صاحب مدظلہ کا بھی انتظار تھا، مگر وہ کسی مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے، اسٹیشن سے سیدھے امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر پھلواری شریف تشریف لائے، یہاں حضرت امیر شریعت آپ کے استقبال کے لیے شدت سے منتظر تھے، ناشتہ کے ساتھ ہی میڈیا والوں نے انٹرویو کے لیے بھیڑ لگادی، ٹھیک سے آرام کا موقع بھی نہ مل سکا۔

المعہد العالی جو مدارس اسلامیہ کے فارغین طلبہ کی تربیت افتاء وقضاء کے لیے قائم کیا گیا ہے اور جو گزشتہ آٹھ سالوں سے اپنے تعلیمی وتربیتی سفر کو بہتر انداز میں جاری رکھے ہوئے ہے اور جہاں سے اب تک ۵۹ افضلاء فارغ ہوکر ملک کے مختلف حصوں میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اس المعہد العالی کے طلبہ کے سامنے ۱۲ ربجے سے خصوصی خطاب کا پروگرام تھا، حسب پروگرام حضرت مولانا تشریف لائے اور تلاوت کلام پاک کے بعد المعہد العالی کے سکریٹری مولانا عبدالباسط ندوی نے مولانا کے سلسلہ میں کچھ تعارفی کلمات پیش کئے خاص طور پر حضرت مولانا کی بے نفسی واستغناء اور خودداری کی طرف توجہ دلائی جو آج کل اکثر علماء کی زندگی سے مفقود ہے، پھر انہیں خطاب کی دعوت دی، حضرت مولانا مدظلہ العالی نے اساتذہ وطلبہ سے نہایت پرمغز اور بصیرت افروز خطاب فرمایا، مولانا نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ یہاں دین کا تفقہ اور معیاری علم حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ دین کی نصرت کا کام کرسکیں، ایک ہے دین کی نصرت اور دوسرا ہے امت کی نصرت، امت کی نصرت اور اسے قوت پہنچانے اور اس کی حالت کو سدھارنے کا کام مختلف انداز میں ہورہا ہے، لیکن اصل دین کی نصرت کا کام ہے، اس کے ضمن میں امت کی نصرت بھی ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دین کی نصرت پر خصوصی مدد ہوتی ہے، اللہ کی مدد دین کی نصرت پر ہوتی ہے"۔

مولانا نے قرآن کریم کی آیت ﴿فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم﴾ (التوبہ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اس میں دین کا علم اور تفقہ حاصل کرنے کے لیے حوصلہ مندی اور ہمت سے کام لینے کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے، ہمارے اسلاف کے عمل میں اس کی مثالیں ملتی ہیں انہوں نے مشقتیں جھیل کر اور سفروں کی صعوبت اور تکلیف برداشت کرکے دین کا علم حاصل کیا، آج مدارس اور علمی مراکز میں جو سہولتیں حاصل ہیں وہ پہلے نہیں تھیں، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور فضل ہے کہ آپ کو ان مشقتوں میں نہیں ڈالا گیا، علمی مراکز کی صورت میں تشنگان علم کے لیے دسترخوان چن دیا گیا ہے کہ لوگ آتے جائیں اور فیض حاصل کرتے جائیں، اب اگر دسترخوان لگا ہو اور بھوک بھی ہو پھر بھی آدمی کھانا نہ کھائے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، علم اللہ کی عظیم نعمت اور خاص تحفہ ہے یہ اگر مشقتوں اور دشواریوں کے ساتھ بھی حاصل ہو تو بھی ہم کو اسے حاصل کرنا چاہئے"۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا:

"دین کے علم کے ساتھ اس کے حاملین کے لیے تقویٰ اور خشیت کا بھی خاص تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾ خشیت علم والوں میں ہی پائی جاتی ہے، خشیت وہ خوف ہے جو دل سے اور اللہ کی ذات کی عظمت وقدرت کے احساس کے ساتھ ہو۔ علم حقیقت کو صحیح طور پر جاننے کو کہتے ہیں جو آدمی کو بلا شک وشبہ کے حاصل ہو اور اس پر اس کو دل سے یقین آجائے، کسی چیز کا واقعی اور صحیح علم، ایسا علم ہے کہ وہ آدمی کے قلب ودماغ میں اتر جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسا علم آدمی کے عمل پر پوری طرح اثر انداز ہوجاتا ہے، علم کی اصطلاح انگریزی زبان میں سائنس کے معنی میں استعمال ہوتی ہے، طبعیات کا علم طبیعاتی سائنس کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جس میں زمینی اشیاء اور اس سے متعلق دیگر معلومات آتی ہیں اور ان کو اس شعبہ کی سائنس کہا جائیگا، اسی طرح دینی حقیقتوں کا علم ہے اور وہ اگر صحیح علم کے طور پر حاصل ہو تو اس کا اثر انسان کے ذہن اور عمل پر ضرور پڑیگا، آگ میں

جلانے کی صلاحیت ہے اس کا ہم کو واقعی علم حاصل ہے لہذا ہم آگ میں اپنا ہاتھ ہرگز نہ ڈالیں گے، اسی طرح زندگی کے حقائق کا اور ذمہ داریوں کا علم ہے، اگر حقیقی شکل میں حاصل ہو تو اس کے سلسلہ میں ہماری زندگی ذہنی اور قلبی دونوں طرح سے متاثر ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو علم دیا گیا ہے جس پر ہم کو یقین ہونا چاہئے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب کا خالق اور مالک ہے اس کے نبی کے ذریعہ ہم کو دیا گیا ہے اسکے بموجب یہ حقیقت سامنے رکھنا چاہئے کہ ہماری یہ زندگی موت پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اس کا صرف ایک حصہ پورا ہوتا ہے، زندگی کا یہ مرحلہ جو اس دنیا میں ہے مختصر ہے دوسرا مرحلہ آخرت کا آتا ہے جو بہت طویل ہے، ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، جو محنت یہاں ہوگی اس کا فائدہ آخرت میں ہوگا، دین کا علم حاصل کرنے پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں دین کے تقاضوں پر عمل کرنے سے دنیا کی زندگی میں بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن اصل نتیجہ اور اجر آخرت کی زندگی میں حاصل ہوگا، اس کا علم اللہ کے نیک بندوں کو حقیقی طریقے سے حاصل ہوتا ہے ویسا دوسروں کو حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ان کو صحیح اور قابل اطمینان طریقے سے علم نہیں حاصل ہوتا، علم حقیقی جب بھی ہوگا اثر ڈالیگا، حقیقی علم کی بنیاد پر یہ سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ جس کو بھی اللہ کی طرف سے زندگی کا یہ پہلا مرحلہ ملا ہے اس کو دوسرے مرحلہ سے بھی گذرنا ہوگا جو کہ طویل ترین مرحلہ ہے، وہاں ہمیں کیسے کامیابی ملے اور خوشی و مسرت حاصل ہو؟ اس کی فکر کرنا ہے دنیا سے جسم کو تقویت پہونچتی ہے یہ ہم حقیقی علم کے طور پر جانتے ہیں اس لئے روٹی بناتے اور کھاتے ہیں، اگر ہمیں یہ نہ معلوم ہوتا تو نہ بناتے، اسی طرح علم آخرت کا معاملہ ہے وہ حقیقی طور پر حاصل ہو تو آخرت کے فائدہ کی فکر ہوجاتی ہے، اور خشیت وخوف پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس کے لئے کیسے عمل کریں، لہذا دنیا کی یہ زندگی جو اللہ نے ہمیں دی ہے اس میں ہمیں وہ علم ضرور حاصل کرنا ہے جس کی آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہے، اور جس سے اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوگی اور یہی علم آپ حضرات 'تفقہ' یعنی تعمق اور تحقیق کے ساتھ حاصل کررہے ہیں، اس علم سے ہمیں اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے کا صحیح اور حقیقی طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا حکم جس طرح ہے ہم اس پر اس طرح عمل کریں، پھر اسے پھیلائیں اور دوسروں تک پہونچائیں، قرآن مجید میں حکم دیا گیا کہ ﴿لولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون﴾ کہ تم میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکل کھڑی ہوتی کہ وہ دین کا علم غور وفکر کے ساتھ حاصل کرے اور اپنی قوم کو ان کے پاس لوٹنے پر ڈرائے شاید وہ احتیاط اور ڈر اختیار کریں، اسی طرح مسلمانوں کو یہ بھی حکم ہے کہ ایک جماعت مستقل طور پر لوگوں کو خیر کی دعوت دینے میں مصروف رہے، فرمایا ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير.....﴾ صحابہ کرام کی ایک جماعت آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتی جو اصحاب صفہ کہلائی وہ دین کو اس کے لانے والے سے براہ راست حاصل کرنے کے لیے مسجد نبوی کے چبوترے پر رہتی تھی، قرآن مصدر دین ہے اور رسول اللہ ﷺ کا قول وعمل شریعت ہے، جس کا علم حقیقی طور پر صحابہ نے آنحضور ﷺ سے حاصل کیا اس کا ان پر ایسا اثر پڑا کہ ان کی زندگیاں سنور گئیں، پھر ان دونوں کو (یعنی قرآن وسنت اور دین وشریعت) کے علم کو باقی اور محفوظ رکھا گیا تا کہ قیامت تک لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں"۔

حضرت مولانا نے آخر میں فرمایا: "علم صحیح طور پر حاصل کریں، صحیح یقین اور اعتماد کے ساتھ اور صحیح تربیت کے ساتھ یہ صحابہ کرام اور اصحاب صفہ کی نقل ہے، اصحاب صفہ کون تھے؟ اللہ کے نیک بندے، جنہوں نے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیا تھا، آپ جب یہاں دین کو تفقہ کے ساتھ حاصل کرنے آئے ہیں تو آپ اصلاً اصحاب صفہ کی نقل کررہے ہیں تو اس کا ویسا ہی فائدہ بھی حاصل ہونا چاہئے۔

> یہ دینی مسلک اور ادارے دین کے عاملین ہیں اور ان کی خدمت کرنے والے اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں، ان کے درمیان جزئیات میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے لیکن دین کے اصولوں میں یہ سب ایک راہ پر ہیں، یہ ہم سبھوں کے لیے قابل احترام ہیں، ہم ان کے مخلصانہ کاموں کی قدر کریں اور اختلافی امور میں چشم پوشی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسانوں کی آزمائش کے لیے بنایا ہے، ان کی دنیاوی زندگی میں تنوع اور اختلافی پہلو رکھے ہیں ان میں مختلف قسم کے خطرات اور اندیشے پیش آتے ہیں ہم حکمت وتدبیر اور بصیرت ایمانی کے ساتھ اس راہ سے گزریں اور اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کریں۔

دو باتیں خاص طور پر یاد رکھیں، جو کچھ پڑھا یا جائے اسے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں پھر اس کا جو مقصد ہے یعنی عمل اسے بھی اختیار کریں پھر دوسروں تک اس کو پہونچائیں، یہاں آنے کے بعد آپ کی ذمہ داری بڑھ گئی اس علم کا حق ادا کریں، تربیت کا حق ادا کریں، امت کو، انسانیت کو اس علم کی ضرورت ہے، اگر دین کی تبلیغ ونصرت کا کام نہ کیا جائے تو فساد غالب ہوجائے گا، تبلیغ کے لیے قوت گویائی، دوسروں کو مطمئن کرنے، اپنی بات دوسروں کے ذہن میں بٹھانے کی صلاحیت پیدا کرنا بھی ضروری ہے، اپنی بات کو اثر انداز طریقہ سے کہنے کو، عربی میں ایک طرح سے "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، مؤثر انداز میں بات پیش کرنے کی صلاحیت، صحافت، تصنیف وتالیف وغیرہ کے ذریعہ سے بھی ہوتا ہے اور اس کی صلاحیت بھی حاصل کرنا مفید

بات ہے، اللہ ہمیں صحیح اور حقیقی علم عطا فرمائے اور عمل کی اور نصرت دین کی توفیق دے، قرآن مجید میں مذکورہ بالا آیت میں جو علم کو صحیح اور تحقیقی طریقہ سے حاصل کرنے کے لیے "نفر" کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ جنگ کی تیاری اور ہمت کے ساتھ نکلنے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے لہذا اس کا مطلب یہاں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم کو دین کا حقیقی علم حاصل کرنے کے لیے عزم وہمت اور مشکلات برداشت کرنے کے جذبہ سے نکلنا چاہئے، جس کی مثالیں ہم اپنے اسلاف کے طلب علم میں پاتے ہیں۔ پھر اس علم کو حاصل کرنے کے لیے "تفقہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے تا کہ ہم اس کے مسائل کو غور وتحقیق کے ساتھ حاصل کریں، آپ یہاں اسی طرح کے حصول علم دین اور اس میں تفقہ پیدا کرنے کے لیے آئے ہیں لہذا اس کے لیے اس کے آداب کو اختیار کرنا ہے، پھر ﴿ولينذروا قومهم﴾ کے بناء پر دوسروں تک اس کو پہونچانا اور مفید بنانا ہے۔

حضرت مولانا کا یہ خطاب تقریباً ایک گھنٹہ طلبہ واساتذہ المعہد العالی کے درمیان جاری رہا آپ کی ہی رقت آمیز دعاء پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

عصر کی نماز کے بعد حضرت امیر شریعت کے مکان پر عصرانہ کا اہتمام کیا گیا تھا جن کی عیادت کے لیے دراصل یہ سفر تھا، عصرانہ کے بعد دار العلوم الاسلامیہ جو امارت شرعیہ کی زیر نگرانی کام کرنے والا ایک اہم ادارہ ہے اور جہاں ابتدائی وحفظ کے درجات سے لے کر عربی ہفتم تک کی تعلیم کا نظم ہے آپ مع رفقاء تشریف لے گئے، حضرت امیر شریعت بھی ساتھ تھے، مغرب کی نماز کے بعد طلبہ سے مختصر اخطاب فرمایا اس میں تعلیم وتربیت کی اہمیت پر کافی زور دیا اور طلبہ کو اس کی تاکید فرمائی، حضرت مولانا مدظلہ نے مدرسہ کو دیکھ کر بڑی مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا اور اس کے محل وقوع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

مغرب کے بعد امارت شرعیہ کے کانفرنس ہال میں پورے صوبے سے آئے ہوئے قضاۃ ومجلس شوریٰ کے ارکان نیز شہر کے اعیان ومساجد کے ائمہ کی اہم نشست سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں اور ملتوں نے دین پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور بے راہ روی اختیار کرلی ایسے لوگوں کا ملی تشخص اور قومی امتیاز ختم ہوگیا، امت کا تشخص یہ ہے کہ اللہ کے عطا کردہ دین وشریعت کی رسی کو مضبوط پکڑلیں اور ملی وحدت واجتماعیت کے ساتھ زندگی گزاریں، یہی اس امت کی روح ہے، جس کو قرآن نے کہا ہے ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا﴾ ماضی میں فرقہ بندی اور گروہی عصبیت نے بڑا نقصان پہونچایا جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے، اس لئے رائے کے اختلاف کو تفرقہ کا ذریعہ اور بنیاد نہ بنانا چاہئے"۔

صدر بورڈ نے دینی وملی جماعتوں کی قدر کرنے اور اس سے وابستہ لوگوں کا احترام کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: "یہ دینی مسلک اور ادارے دین کے عاملین ہیں اور ان کی خدمت کرنے والے اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں، ان کے درمیان جزئیات میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے لیکن دین کے اصولوں میں یہ سب ایک راہ پر ہیں، یہ ہم سبھوں کے لیے قابل احترام ہیں، ہم ان کے مخلصانہ کاموں کی قدر کریں اور اختلافی امور میں چشم پوشی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسانوں کی آزمائش کے لیے بنایا ہے، ان کی دنیاوی زندگی میں تنوع اور اختلافی پہلو رکھے ہیں ان میں مختلف قسم کے خطرات اور اندیشے پیش آتے ہیں ہم حکمت وتدبیر اور بصیرت ایمانی کے ساتھ اس راہ سے گزریں اور اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کریں"۔

اس سے قبل حضرت امیر شریعت مولانا نظام الدین صاحب مدظلہ العالی نے خیر مقدمی کلمات میں فرمایا کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ایک مخلص اور بے لوث عالم دین اور حضرت مولانا علی میاں ندوی کے صحیح جانشین اور ان کے فکر کے امین وترجمان ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بعض مخلص بندوں کے دلوں کو حق کے لیے منکشف فرمادیتا ہے وہ وہی کہتے ہیں جو اللہ ان کے دلوں میں ڈالتا ہے، مولانا انہیں بزرگوں میں سے ہیں، حضرت امیر شریعت نے بانی امارت شرعیہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی مومنانہ بصیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آج مولانا کا فیض ہے کہ ملت اسلامیہ ایک امیر کے ماتحت متحد ومربوط ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری قاضی شریعت امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ نے بے حیائی وبے پردگی کے سیلاب کو روکنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آج مسلمان اپنے گھروں کے روشن دان کھڑکیوں اور کمروں پر پردہ لٹکاتے ہیں مگر دیکھنے میں یہ آیا کہ ان کی بیٹیاں، بہوئیں، بے پردہ بازاروں میں گھومتی رہتی ہیں جو کہ کسی امت دعوت کو زیب نہیں دیتا، افسوس کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ہم نے برادران وطن کو کھانے پینے کے انواع واقسام تو کھلائے مگر اسلام کا تعارف نہیں کرایا، ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے فرمایا کہ اسلامی معاشرے کی روح وحدت واجتماعیت پر قائم ہے اور اس لیے مسلمانوں کو ہر حال میں ملی وحدت کی زندگی گزارنی چاہئے، نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی صاحب نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ اپنے کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں اور دنیا کے سامنے اس کیعملی تصویر پیش کریں۔

آخر میں صدر بورڈ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری کا مرتب کردہ مجموعہ مکاتیب رحمانی کا اجراء کرتے ہوئے فرمایا کہ خطوط میں حقیقت کی جلوہ گری ہوتی ہے اس میں بناوٹ وسجاوٹ پیش ہوتی ہے اس سے زندگی کو سنوارنے میں بڑی مدد ملتی ہے پھر دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ ☆☆☆☆

ہوشیار اے ملت بیضائے ما!!

آخری قسط

عیسائی مشنری

از: ..... محمد وثیق ندوی

خطرناک تصنیفات:

۱۔ "وسائل التبشیر بالنصرانیۃ بین المسلمین" اس کتاب میں قاہرہ کانفرنس کے مقالات وبحوث جمع کئے گئے ہیں جو ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی، اس کانفرنس میں حصیر اور مشنری کاز کے مختلف وسائل وامکانات پر خوب خوب غور وخوض ہوا، اور کانفرنس کے اختتام پر ایک مبسوط اور محکم لائحہ عمل طے کیا گیا جس کی تفصیلات اس کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ "العالم الاسلامی الیوم" مولف ڈاکٹر زویمر، اس کتاب میں زویمر نے مشنری سرگرمیوں کی متعدد رپورٹیں اور جائزے جمع کئے ہیں، زویمر نے اس کتاب میں غیر عیسائی قوموں سے اختلاط اور رابطہ کے وسائل وذرائع پر بحث کی ہے، اور لوگوں کو نصرانیت میں کیسے داخل کیا جائے؟ اور مشنریز کو کن خطوط پر چلنا چاہئے، ان جیسے دیگر موضوعات پر بحث کی ہے اور رہنما اصول وضوابط اور خطوط متعین کئے ہیں۔

۳۔ تاریخ التبشیر: مولف پروٹسٹنٹ مشنری اڈوین بلس۔

۴۔ مسٹر وارڈنر کی کتاب، وارڈنر نے اپنی کتاب میں افریقہ کو موضوع بنایا ہے کہ یہاں پر کس طرح عیسائیت کو فروغ دیا جاسکتا ہے، امکانات ووسائل، موانع ورکاوٹیں اور مشکلات اور ان کا حل، ان پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔

۵۔ پال سوئزر لینڈ سے نکلنے والا پروٹسٹنٹ مشنری رسالہ، اسی رسالہ میں ۱۹۱۰ء میں ہونے والی اڈینزی کانفرنس کی روداد شائع ہوئی تھی، یہ رسالہ اسلام اور مسلمانوں کی غلط شبیہ پیش کرتا ہے، مشنریز کے لیے زمین ہموار کرتا ہے۔

۶۔ ایک رسالہ جرمنی سے نکلتا ہے، جس کو مشرقی جرمنی عیسائی مشنری نکالتی ہے، یہ رسالہ بھی ۱۹۱۰ء سے نکل رہا ہے۔

۷۔ اسلامک انسائیکلوپیڈیا، یہ دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہوئی ہے۔

۸۔ مختصر اسلامک انسائیکلوپیڈیا۔

۹۔ حقیقی مذہب کی تلاش (Recherche de La Religion) مولفہ: المنس نیورکولی، اس کتاب میں عربوں اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کی گئی ہے اور مسلمانوں کے جذبات کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

۱۰۔ ج.ایز اک کے محاضرات کی تاریخ، مرتبہ اے.البا A. Alba اس کتاب میں مشرق قریب میں نصرانیت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، اور پانچویں کلاس کے کورس میں داخل ہے۔

۱۱۔ The Muslim World: اس رسالہ نے عیسائی مشنری کے لیے زمین ہموار کی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کئے، مستشرقین نے اس کے ذریعہ اسلام کے بنیادی مصادر پر تیشہ چلایا اور اسلام کی غلط شبیہ پیش کرکے بہت سے مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کردیا۔

مشنریز کے وسائل وامکانات:

حصیر کے اہم ترین وسائل وذرائع میں مفت علاج ومعالجہ، تعلیم، رفاہی ادارے، حوادث وآفات اور سیلاب وزلزلہ کے متاثرین کی مدد وتعاون، غذائی اجناس کی فراہمی وتقسیم وغیرہ ہیں۔

مشنریوں نے غور وخوض کے بعد طبابت کو حصیر کا اہم وسیلہ قرار دیتے ہوئے اس پر بڑی توجہ دی، اور طبابت کی راہ سے ایک بڑی تعداد کو نصرانیت میں داخل کرلیا، مبشرہ ملیغان Milligan مشنریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے کہ جہاں انسان ہوں گے وہاں بیماریاں اور امراض ہوں گے اور جہاں امراض ہوں گے وہاں ڈاکٹر کی ضرورت ہوگی اور جہاں ڈاکٹر کی ضرورت ہوگی وہاں نصرانیت کی تبلیغ ودعوت کا اچھا موقع ہوگا'' چنانچہ مشنریوں نے طبابت کو اختیار کیا اور علاج ومعالجہ کے پردہ میں مریضوں میں نصرانیت کی تبلیغ واشاعت کی۔

اس غرض سے ۱۹۵۹ء میں امریکی مشنریوں نے سیواس ترکی میں ڈسپنسری قائم کی، اس تجربہ کے بعد عالم اسلام کے مختلف ملکوں خصوصاً افریقہ کے متعدد ملکوں میں کلینک اور ڈسپنسریاں قائم کی گئیں، غریب، محتاج، اور ناداروں کو مفت علاج فراہم کرکے نصرانیت کو ''مسیحا'' کی شکل میں پیش کیا۔

ڈاکٹر پال ہاریسن (Paul Harrison) کہتا ہے: ہم مشنری عرب ملکوں میں اس لئے نہیں آئے کہ اسپتال، میڈیکل کالج، کلینک اور ڈسپنسری قائم کرکے دولت کمائیں، بلکہ ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ یہاں کے مردوں اور عورتوں کو نصرانی بنادیا جائے'' (بحوالہ الطبیب فی البلاد العربیۃ، ص ۲۷۷)

مشنریز کے دیگر وسائل کے مقابلہ طبابت کا ذریعہ زیادہ مؤثر اور وسیع ہے، کیونکہ ڈاکٹر کے پاس تمام طبقات کے لوگ آتے ہیں حتی کہ وہ لوگ بھی ڈاکٹر کے پاس آنے پر مجبور ہیں جو غیروں سے اختلاط روا نہیں رکھتے، اسی وجہ سے مشنری اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مشنری ڈاکٹر مریضوں کے ذریعہ مسلمانوں کے تمام

طبقات تک بآسانی پہونچ سکتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ڈاکٹر کو عیسائیت کا بھرپور علم ہو، بلکہ وہ انجیل کا چلتا پھرتا ایڈیشن ہو، تاکہ آنے والوں کو نصرانیت سے متاثر کرکے یا تو ان کو نصرانی بنالے، یا کم سے کم ان کے اندر نصرانیت کے تئیں نرم گوشہ پیدا کردے، اور دین اسلام سے بے زار کردے، (بحوالہ :الطبیب فی البلاد العربیۃ، از ڈاکٹر پال ہاریسن)

اکثر مشنریوں نے اس پہلو پر زور دیا ہے، SA Morrison جو مشنری رسالہ "The Muslim World" کے ایڈیٹر رہے ہیں لکھتے ہیں: ہم سب کا اس پر اتفاق ہے کہ بیماروں اور مریضوں کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اپنے رب یسوع مسیح سے واقف کرائیں اور کلیسا میں داخل کرلیں۔

مارسین مزید لکھتے ہیں کہ مریضوں کے درمیان مشنری کام کے دو طریقے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ مشنری ڈاکٹر خود مسلم مریض کے پاس جائے اس سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کرے، تاکہ اس مریض کے ذریعہ دوسرے مسلمانوں تک رسائی آسان ہوسکے کیونکہ یہ مریض اپنے مشفق ڈاکٹر کا اپنے دوسرے احباب واقارب سے تذکرہ کرے گا تو وہ بھی اس سے ملاقات کی خواہش کریں گے، اسطرح جب جب یہ ڈاکٹر اس کے پاس مزاج پرسی کے لیے جائے گا تو دوسرے لوگ بھی وہاں موجود ہوں گے اس طریقہ سے ایک ہی جگہ ایک بڑی تعداد کو نصرانی بنانے کا موقع فراہم ہوجائے گا۔

مسٹر ہارپر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے علاقوں میں زیادہ سے زیادہ ڈاکٹروں کی ٹیمیں روانہ کی جائیں، کیونکہ ڈاکٹروں کا عوام سے ربط اور اختلاط زیادہ رہتا ہے، اس وجہ سے دوسرے مشنریوں کے مقابلہ میں مشنری ڈاکٹروں کے مسلمانوں پر اثرات گہرے مرتب ہوں گے۔

مشنریز کے کلینک، ڈسپنسری اور نرسنگ ہوم فلسطین، غزہ، نابلس، شام، مصر، افریقہ، سوڈان، صومالیہ، نائجیریا، صومالیہ اور غریب اسلامی ملکوں میں جابجا قائم ہیں، ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بھی ان کا جال پھیلا ہوا ہے، مفت علاج کی وجہ سے سیدھے سادھے اور ناخواندہ افراد ان کا شکار ہوجاتے ہیں۔

مشہور مشنری ڈاکٹروں میں جنہوں نے ڈاکٹروں کے بھیس میں صرف عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کی اور ایک بڑی تعداد کو اسلام سے بے دخل کردیا درج ذیل نام آتے ہیں:

ڈاکٹر ٹامسن، چارلس گلھون، ماری ایڈی، واڈیک، جارج پوسٹ، وارستھ، ہارسن، رشٹر۔

مرد مشنریوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی اس میدان میں بڑا موثر رول ادا کرتی ہیں، عورتیں نرسوں کی شکل میں گاؤں گاؤں، شہر شہر اور گھر گھر گشت کرتی ہیں، عورتوں اور بچوں سے براہ راست ملاقاتیں کرتی ہیں، ان کی تکلیفوں اور بیماریوں کو معلوم کرکے ان سے ہمدردی اور شفقت کا معاملہ کرتی ہیں اور جلد ہی اپنا ہم نوا بنالیتی ہیں اور مفت علاج اور طبی خدمات فراہم کرکے یا تو نصرانی بنالیتی ہیں یا کم سے کم نصرانیت سے ان کے دلوں میں محبت اور لگاؤ پیدا کردیتی ہیں۔

تعلیم:

عیسائی مشنریز کا دوسرا اہم وسیلہ تعلیم ہے، ان کے نزدیک تعلیم صرف اور صرف وسیلہ ہے مقصود نہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کو عیسائی بنالیا جائے اور پوری نوع انسانی نصرانیت میں داخل ہوجائے، ہنری جسپ Jessup کہتا ہے، تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کو عیسائی بنا کر پوری دنیا میں نصرانیت کی بالادستی قائم کردی جائے۔

جسپ لکھتا ہے کہ مشنری مہم کی کامیابی کے لیے اسکولوں کا قیام بنیادی شرط ہے۔

۱۲۹۴ء میں جب رامون لل Ramon Lull نے پوپ سلستین پنجم سے ملاقات کی تھی تو لل نے پوپ کو دو کتابیں دیں جن میں مسلمانوں کو نصرانی بنانے کا منصوبہ پیش کیا گیا تھا، رامون لل کے دو منصوبے تھے، ایک یہ کہ کلیسا تعلیم اور اسکول کو حصیر کے لیے اختیار کرے، دوسرا پہلو یہ تھا کہ طاقت کے ذریعہ مسلمانوں کو نصرانی بنایا جائے جب کہ دوسری کوششیں بارآور نہ ہوں۔

رامون لل کے اس منصوبہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشنریوں نے تعلیم کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس راستہ سے کئی نسلوں کو متاثر کیا ہے۔

یورپین ممالک میں عالم اسلام کے جو طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتے ہیں تو مستشرقین اور مشنری ان کی ایسی ذہن سازی کرتے ہیں کہ وہ وطن واپس کر سامراجی مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرتے ہیں، اسی وجہ سے مختلف عنوانات سے مسلم طلبہ کو ملک سے باہر تعلیم حاصل کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے، پھر ان کی ایسی تربیت اور ذہن کی تشکیل کی جاتی ہے کہ وہ اسلام سے بے زار ہوجاتے ہیں اور اسلامی قدروں کو چھوڑ کر مغربی تمدن وتہذیب کے رنگ میں رنگ جاتے۔

مشنریز عالم اسلام میں اپنے سامراجی اغراض کے حصول کی خاطر خانہ جنگیاں، اور لڑائیاں کرائی رہتی ہیں تاکہ مسلمان قوموں کو باہم لڑا کر ان کی طاقت وقوت کمزور کردی جائے، اور مقاومت اور مقابلہ کی پوزیشن میں نہ ہونے پائیں، کیونکہ دشمن طاقتیں اچھی طرح سمجھتی ہیں کہ اگر مسلمانوں میں اتحاد قائم رہا اور ایک امت رہے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کا بال بیکا نہیں کرسکتی، تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں، خلافت عثمانیہ کو توڑنے اور مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کرنے میں مشنریز نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ عالم اسلام میں وقتاً فوقتاً قومیت عربیہ، اور لسانی وعلاقائی عصبیت کی جو تحریکیں اٹھیں ان کے پیچھے مشنریز ہی کا ہاتھ رہا ہے، اسی طرح مصر میں فرعونیت، شام، فلسطین اور لبنان میں فینیقیت، عراق میں آشوری زبان اور شمالی افریقہ میں بربریت کی جو آوازیں بلند ہوئیں وہ سب مشنریوں ہی کی اٹھائی ہوئی آوازیں ہیں، مشنریوں نے ہمیشہ ان تحریکوں، جماعتوں اور نعروں کی ہمت افزائی کی ہے جن سے امت اسلامیہ کی وحدت ٹوٹ سکتی تھی۔

استشراق اور تنصیر کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مغربی سامراج کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں، ڈاکٹر محمود عباس عقاد اپنی کتاب "نفی وجہ التغریب" میں دلائل کے ساتھ لکھا ہے کہ مغربی صلیبی طاقتوں نے صلیبی جنگوں کے طویل سلسلہ ۱۰۹۹-۱۲۵۴ء کے بعد عالم اسلام پر غلبہ حاصل کرنے، مسلمانوں کو زیر کرنے اور دین اسلام کو نیست ونابود کرنے کے لیے جو منصوبہ بنایا اس کی تکمیل کے اہم ترین وسائل تین قرار دیے، استشراق، تنصیر، اور تجدد پسندی، چنانچہ مغرب نے ان تینوں وسائل کو اختیار کر کے عالم اسلام پر غلبہ حاصل کرلیا ہے۔

مذکورہ وسائل کے علاوہ مشنری نے کلیسا کے توسط سے مسلح جماعتیں اور تنظیمیں بھی بنائی ہیں جو دہشت گردی اور تشدد کے ذریعہ لوگوں کو ڈرا کر اور خوفزدہ کر کے عیسائی بنالیتی ہیں۔

افریقی ممالک اوگنڈا اور لائبیریا میں عیسائی غیر قانونی مسلح جماعتوں نے بڑی تباہی مچائی ہے، ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور لاکھوں انسانوں کو ملک بدر کردیا ہے، اوگنڈا میں مسلح جماعتوں میں سب سے خطرناک مسلح فوج لیبیر جیش الرب ہے، اس کا قائد پادری جوزیف کونی ہے، اس جماعت میں تقریباً چار ہزار افراد شامل ہیں جن میں ۸۰ فیصد نوعمر لڑکے ہیں۔

لیبریا میں مشنریوں کی ایک مسلح تنظیم ہے جو "NPFL" کے نام سے جانی جاتی ہے، اس کا رہنما سابق ڈکٹیٹر چارلس ٹایلور ہے، ٹایلور نے ۱۹۹۰ء میں ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد مشنری سرگرمیوں کو خوب فروغ دیا اور ہر ممکن تعاون دیا، اس مسلح جماعت نے ۳۵ ہزار مسلمانوں کو قتل کردیا، پانچ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو گھروں سے نکال دیا، اور سیکڑوں مساجد اور مدارس کو منہدم کردیا۔

ایتھوپیا میں متعدد مسلم مشنری تنظیمیں کام کررہی ہیں، اور کلیسا ان کی رہنمائی کررہا ہے، ایتھوپیا کی آبادی ۷۰ ملین ہے، مسلمانوں کی آبادی ۵۰ فیصد ہے، سولہویں صدی عیسوی کے نصف میں عیسائی حاکم جوڈر نے اعلان کیا کہ تمام مسلمانوں کو قتل کردیا جائے، مسلمان مرتد ہیں وہ یا تو نصرانیت اختیار کرلیں یا پھر ملک چھوڑ کر چلے جائیں، ۱۸۷۸ء میں یوحنا شہنشاہ نے حکم صادر کیا کہ تمام مسلمان تین سال کے اندر اندر نصرانیت اختیار کرلیں، اور مسجدوں کو کلیساؤں میں تبدیل کردیا جائے، انیسویں صدی کے شہنشاہ منلیک نے "ہرر" شہر کی سڑکوں پر ۱۵ ہزار مسلمانوں کو قتل کردیا، ان کے اموال ضبط کرلئے، عربی زبان پر پابندی لگادی، اور تمام مسلمانوں کو اپنے اور فوج کے درمیان تقسیم کردیا، شہنشاہ اور اس کے خاندان کے حصہ میں ۷۰ ہزار مسلمان آئے۔ (بحوالہ مسلموا ثیوبیا الاغلبیۃ المقہورۃ)

اس کے بعد ہیلاسلاسی اور زیناودی کے عہد اقتدار میں مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔

اسی طرح سوڈان میں کئی مشنری مسلح جماعتیں سرگرم عمل ہیں اور عالمی کلیسا ان کی ہر طرح سرپرستی کررہا ہے، سوڈان میں کلیساؤں کی تعداد ۱۹۹۰ء تک ۱۴۳۸ تھی، اور اس کے بعد سے یہ تعداد مسلسل بڑھتی ہی جارہی ہے، ۶۶۰ مدرسہ اور اسکول ہیں جو مشنری تنظیموں کے تابع ہیں، سوڈان کے کلیساؤں میں تقریباً ۵۰۰ پادری کام کررہے ہیں، اور ان کا تعلق دنیا کے مختلف ملکوں سے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مشنریاں اپنے مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے ہر طرح کے وسائل اختیار کررہی ہیں، تعلیم وطب سے لے کر ہتھیار تک استعمال کئے جارہے ہیں، مسلمانوں کو اس پہلو پر غور کر کے مشنری حملوں سے بچاؤ کی مناسب تدبیر اختیار کرنی چاہئے۔

حواشی:

۱. الفکر الاسلامی الحدیث / ڈاکٹر محمد البہی، مکتبہ وھبہ، القاھرہ، ۱۹۷۵ء
۲. التبشیر والاستعمار / محمد عزت اسماعیل الطہطاوی، قاھرہ ۱۹۷۷ء
۳. التبشیر والاستعمار فی البلاد العربیۃ / ڈاکٹر مصطفی خالدی، وڈاکٹر عمر فروخ، ۱۹۷۳ء
٤. الغارۃ علی العالم الاسلامی / ا.ل. شاتیلہ، ترجمہ: محب الدین خطیب، ۱۳۵۰ھ
٥. محاول الھدم والتدمیر فی النصرانیۃ والتبشیر / ابراھیم سلیمان المجبھان، ۱۹۸۱ء
٦. أضواء علی الاستشراق / ڈاکٹر محمد عبدالفتاح علیان، ۱۹۸۰ء
۷. قادۃ الغرب یقولون / جلال العالم، ۱۹۷۵ء
۸. مجلۃ البلاد / العدد: ٤٨٤ / ١٤ / ٢، ۱۹۷۹ء
۹. دائرۃ المعارف الاسلامیہ The Encyclopedia of Islam
۱۰. دائرۃ معارف الدین والاخلاق Encyclopedia of Relijion Ethics
۱۱. Focus chris Tian Muslim Ralations
۱۲. اضطھاد القبیلۃ المسلمۃ العملاقۃ فی مغرب افریقیا / ابوبکر عبدالقادر سیسی.
۱۳. أزمۃ لیبیا والنکاساتھا علی المسلمین / بدر حسن شافعی.
۱٤. الدعوۃ فی اثیوبیا / الفرص والمخاطر
۱٥. مسلموا ثیوبیا.....الاغلبیۃ المقہورۃ / ساسلیمان.
۱٥. الکنائس العالمیۃ والتبشیر فی جنوب السودان / سیدی أحمد بن احمدسالم
۱٦. لمحات عن التنصیر فی افریقیا / ڈاکٹر عبدالرحمن السمیط
۱۷. الوجود النصرانی فی السودان دراسۃ میدانیۃ / موقع المشکاۃ السودانی
۱۸. مجلۃ "المجتمع" الکویتیۃ: الاعداد: ۱٦۱٥، ۱٦۳٥، ۱٦۳٦.

☆☆☆☆☆

تجزیہ

اسرائیل زوال کی راہ پر

از.....سلمان نسیم ندوی

اسرائیل کے قیام کے ذریعہ 'عظیم صیہونی ریاست' کی داغ بیل ڈال دی گئی تھی، گذشتہ نصف صدی میں اس منصوبہ میں کیا پیش رفت ہوئی ہے؟ یہ پیش رفت مثبت ہے یا منفی اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

ہتھیار اور طاقت وقوت کے میدان میں اسرائیل کو یقیناً کامیابی ملی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی ریاست یا سلطنت کی تعمیر کبھی بھی صرف ہتھیاروں اور مشینوں پر نہیں ہوئی، خالق کائنات کے تکوینی قانون کے مطابق کسی سلطنت یا حکومت کی تشکیل وتعمیر کے دو اہم عناصر ہوتے ہیں، ایک زمین اور دوسرا اس زمین کے باسی، اگر زمین اور اس پر مر مٹنے والے مل جائیں تو ایسے لوگ بے سروسامانی کے عالم میں بھی اپنے خوابوں کی جنت تعمیر کرلیتے ہیں، زمین کی چھاتی چیر کر اپنے جینے کا سامان کرلیتے ہیں، اس کے برخلاف بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لئے مٹ جاتی ہیں اور تاریخ ان کے مٹنے کی شاہد ہے، کہ اس سلطنت کے رہنے والے اس سے مخلص نہیں ہوتے، اس کا امکان بڑھتا جارہا ہے کہ مستقبل قریب میں فلسطین اور اسرائیل کی سرزمین اس تکوینی اصول وقانون کی تجربہ گاہ ثابت ہوجائے۔

عظیم صیہونی سلطنت کے خواب کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اسرائیل جو اس خواب کا مرکز ثقل ہے اس میں یہود، یہودی مزاج اور صیہونیت نواز مخلص افراد کا اضافہ ہو، لیکن حالیہ اعداد وشمار اس بات کی نشاندہی کررہے ہیں کہ اسرائیل میں یہودیوں کی تعداد بڑھنے کے بجائے گھٹ رہی ہے جو صیہونیت کے عظیم ترین خواب کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہے، اور اس سے اللہ کی اس آیت پر یقین میں اضافہ ہورہا ہے کہ ﴿وللہ جنود السموات والأرض وکان اللہ عزیزاً حکیماً﴾ (اور آسمان وزمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالی زبردست حکمت والا ہے) (الفتح:۷)

فلسطین کی پوری طویل خونیں تاریخ صیہونیت کی چیرہ دستیوں، قتل وغارت گری اور اجباری جلاوطنی سے عبارت ہے، اگر صیہونیت کے مقابلہ میں مسلمانوں کے علاوہ دنیا کی کوئی اور قوم، مذہب یا تہذیب ہوتی تو وہ اب تک فنا کے گھاٹ اتر چکی ہوتی، لیکن کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ صیہونیت کے اکلوتے مرکز اور آخری پناہ گاہ اسرائیل میں یہ تلخ حقیقت اجاگر ہورہی ہے کہ 2007ء کے اختتام کے ساتھ ہی اسرائیل میں صیہونی اکثریت کا خاتمہ ہوجائیگا، فلسطینی آبادی اسرائیل میں یہودیوں کے شانہ بشانہ ہونگے، امید کی جارہی ہے کہ 2008ء کے بعد قدیم فلسطین میں مسلمانوں کو عددی تفوق حاصل ہوجائیگا، اگلے صفحہ پر جو نقشہ پیش کیا جارہا ہے اس کی مدد سے 2001ء سے 2007ء تک قدیم فلسطین کی آبادی کی تقسیم اور مختلف دھڑوں کے اعداد وشمار کو سمجھا جاسکتا ہے، 2007ء میں قدیم فلسطین میں فلسطینیوں کی تعداد تقریباً 5,461,705 ہوجائیگی، جبکہ اسی سال یہودیوں کی تعداد اس سرزمین پر 5,466,200 ہوگی۔

فلسطینیوں کی آبادی میں یہ اضافہ فطری طریقہ سے ہوگی یعنی ان کے یہاں شرح پیدائش میں نمو اور اضافہ ہوگا، جبکہ اسرائیل میں یہودیوں کی آبادی میں اضافہ کا سب سے بڑا اور مؤثر سبب ہجرت اور نقل مکانی ہے، خصوصاً گذشتہ دس سالوں میں اسرائیل میں یہودی آبادی میں جو بھی اضافہ ہوا ہے وہ اسی ہجرت کی مرہون منت ہے، فلاشفیا، ارجنٹائینا اور سوویت یونین سے لاکھوں یہودیوں کو لاکر اسرائیل کی سرزمین پر بسایا گیا ہے، حالانکہ یہ بات ابھی تک شک کے دائرہ میں ہے کہ یہودی بتا کر جن لوگوں کو پوری دنیا سے بلا کر اسرائیل میں آباد کیا جارہا ہے کیا وہ واقعی یہودی ہیں؟

اعداد وشمار کا بحران

اسرائیل میں یہودیوں کے اعداد وشمار کا جو بحران پیدا ہورہا ہے اب اس کی بازگشت سنائی دینے لگی ہے، قدیم فلسطین اور 1948ء کے اسرائیلی مقبوضہ خطہ میں عربوں کی بڑھتی تعداد اور یہودیوں کی گھٹتی ہوتعداد کی وجہ سے عظیم صیہونی ریاست کا خواب کھٹائی میں پڑتا نظر آرہا ہے، اس صورتحال سے بوکھلا اور گھبرا کر صیہونی طاقتیں فلسطین میں عربوں کے خلاف خفیہ سازشیں کرنے میں مصروف ہیں، ان میں ایک اہم سازش یہ ہے کہ مختلف اسباب اور محرکات کو جنم دیکر عربوں میں قدیم فلسطین سے نقل مکانی اور ہجرت (TRANSFER) کی ذہنیت کو فروغ دیا جارہا ہے۔

صیہونیت کی بے چینی کے درج ذیل اسباب ہیں

☆عربوں کے مقابلہ میں یہودیوں کی تیزی

سے گھٹتی ہو تعداد۔

☆اسرائیل کی طرف ہجرت کی تحریک میں 80% فیصد کمی، ماہرین اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس وقت پوری دنیا میں یہودی آبادی غیر معمولی قلت کی شکار ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پوری دنیا میں یہودی آبادی کا اسٹاک ختم ہو گیا ہو، حالانکہ گذشتہ صدی کی اسّی اور نوّے کی دہائی میں یہ صورتحال بالکل نہیں تھی۔

☆یورپین سوسائٹیز میں بچی کھچی یہودی آبادی اس کوشش میں مصروف ہے کہ وہ اپنی شناخت چھوڑ کر وہاں کی آبادی میں ضم ہو جائے اس کے برخلاف جلاوطن فلسطینی اپنی بقا کی لڑائی لڑ رہے ہیں اور مسلسل اس جدوجہد میں مصروف ہیں کہ انہیں اپنے وطن واپس لوٹنے کا ان کو انکا جائز حق مل جائے۔

صیہونیت اسرائیل میں ابھی تک صرف 29% فیصد سے زیادہ یہودیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو سکی ہے دوسری طرف ان کی اصل آبادی میں حیرت انگیز طور پر گراوٹ آ رہی ہے، فرانسیسی مفکر جور فریڈمان نے اس کو "یہودی قوم کی موت" کا عنوان قرار دیتے ہوئے اس صورتحال کو "عظیم یہودی بحران" سے تعبیر کیا ہے، 80 کی دہائی میں شمعون پیریز نے اس خوفناک صورتحال کی دہائی دیتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ ہم آبادی کے شدید بحران سے دوچار ہیں، مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ ہم اقوام عالم میں سب سے کم تعداد میں ہیں بلکہ اس سے بڑا اور سنگین مسئلہ یہ ہے کہ آبادی میں انحطاط، کمی اور گراوٹ میں ہم تمام قوموں سے آگے جا رہے ہیں"۔

ایک پیچیدہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ صیہونیت یہودیوں کو امن فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے، خود اسرائیل یہودیوں کی محفوظ پناہ گاہ ثابت نہیں ہو سکا، اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ اب الٹی ہجرت شروع ہو چکی ہے یعنی اسرائیل ہجرت کر کے آنے والے اپنی اپنی جگہوں پر واپس جا رہے ہیں، اسرائیل کے چوٹی کے حکام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اسرائیل جہاں لوگ صرف پرسکون اور عیش کی زندگی کے نام پر آتے ہیں، اس وقت سب سے زیادہ غیر محفوظ ہے۔

یہودیوں کو اسرائیل میں سب سے زیادہ خطرہ فلسطینی اقلیت غیر معمولی اضافہ سے ہے، اس وقت ان کی آبادی اسرائیل کی مجموعی آبادی کے اعتبار سے 20% فیصد ہو چکی ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عنقریب اسرائیل دوقومی طاقت اور دوقومی نظریہ کی چنگل میں پھنس جائیگا، اسی کے ساتھ ساتھ فلسطینیوں کو یہ تفوق بھی حاصل ہے کہ فلسطین کی جغرافیائی صورتحال ان کے حق میں ہے۔

اسرائیل میں مردم شماری کے مرکزی ادارے کی رپورٹ کے مطابق 2005ء میں اسرائیل کی آبادی 6,990,700 تھی، ان میں یہودیوں کی تعداد 5,313,800 تھی، عربوں کی تعداد 1,377,100 تھی، جبکہ 299,800 ایسے افراد تھے جن کا اندراج دیگر قومیت والی فہرست میں کیا گیا ہے، یہ وہی غیر یہودی مہاجرین کی نسل ہے جو نئے نئے ہجرت کر کے آئے ہیں۔

اسی سال اسرائیل میں مسلمانوں کی آبادی میں 1.8%ء فیصد کے حساب سے اضافہ ہوا ہے جس میں 5.86% فیصد اضافہ فطری طریقہ سے ہوئی یعنی ولادت کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔

اسرائیل میں 2005ء میں یہودی آبادی میں جو اضافہ ہوا ہے اس میں مہاجر یہودیوں کا تناسب 1.5% فیصد ہے جبکہ 90 کی دہائی میں ہجرت کا تناسب 56% فیصد تھا، اسی طرح رپورٹ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آبادی میں اضافہ کا تناسب یہودیوں میں 1.5% فیصد ہے جبکہ عربوں میں یہ

2007 کے اختتام تک فلسطین میں متوقع آبادی کے تناسب کا ایک خاکہ

سال	مغربی پٹی اور غزہ پٹی	۱۹۴۸ء کی فلسطینی اور غیر یہودی آبادی	کل آبادی	کل آبادی میں ان کا تناسب	فی ہزار میں تناسب	اضافے کا تناسب	یہودی آبادی	کل آبادی میں ان کا تناسب	فی ہزار میں تناسب	اضافے کا تناسب
2001	3275389	1227500	4502889	47.2	0	155.0	5025000	52.7	0	69.2
2002	3394046	1263900	4657946	47.8	0	158.5	5094200	52.2	0	71.2
2003	3514868	1301600	4816468	48.3	0	161.2	5165400	51.7	0	22.2
2004	3637529	1340200	4977729	48.8	0	161.3	5237600	51.2	0	76.2
2005	3762005	1377100	5139105	49.1	0	161.3	5313800	50.5	0	76.2
2006	3888292	1420808	5300405	49.6	0	161.3	5390000	50.4	0	76.2
2007	4016416	1463736	5461705	50.0	0	161.3	5466200	50.0	0	8.5

تناسب 3% فیصد ہے۔

یہودیوں کے نام پر غیر یہودیوں کی آباد کاری

اسرائیل ایک خالص یہودی ریاست بنے یہ خواب اس طرح سبوتاژ ہو رہا ہے کہ صیہونیت کو اسرائیل میں آباد کرنے کے لئے یہودی فراہم نہیں ہو رہے ہیں، مجبور ہو کر انہیں اُن افراد کو لا کر بسانا پڑ رہا ہے جو یا تو ملحد و بے دین ہیں یا پھر عیسائی ہیں، صیہونی روزنامہ "ہارٹس" نے 12/1/2006ء میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ اخیر کے تین سالوں میں جن افراد نے اسرائیل ہجرت کی ہے ان میں اکثریت غیر یہودیوں کی ہے، اخبار نے دعوی کیا ہے کہ 2003ء میں 31 ہزار مہاجرین سوویت یونین سے نقل مکانی کر کے اسرائیل میں آباد ہوئے ہیں لیکن ان میں سے 55% فیصد نے مذہب کے خانہ میں کسی مذہب کا اندراج نہیں کرایا ہے، غالب امکان یہ ہے کہ وہ عیسائی ہیں لیکن اسرائیل کی نیشنالٹی (NATIONALITY) حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اپنا مذہب چھپا لیا ہے، بہر حال وہ نہ یہودی ہیں اور نہ یہودی کاز کے لئے مفید ہیں، 16 ہزار میں سے 524 افراد نے اقرار کیا ہے کہ وہ عیسائی ہیں، اسی طرح 2005ء میں سوویت یونین کے مہاجرین کا ایک عام اندازہ 8707 افراد لگایا گیا ہے، ان میں سے 4773 افراد نے اپنے آپ کو بلا مذہب بتایا ہے، گویا 55% فیصد مہاجرین غیر یہودی تھے، 2004ء میں ایسے افراد 56% فیصد اور 2003ء میں 54% فیصد تھے۔

اسرائیل بوڑھوں کی سلطنت

صیہونیت کے لئے ایک اور تکلیف دہ انکشاف یہ ہوا ہے کہ اسرائیل میں آباد یہودیوں میں بوڑھوں کی تعداد زیادہ اور جوانوں کی تعداد غیر معمولی طور پر کم ہو رہی ہے، اس کے برخلاف مسلم معاشرہ میں نوجوان نسل میں اضافہ ہو رہا ہے، اس کی ایک بنیادی وجہ شرح پیدائش ہے، ایک مسلمان شخص کے یہاں شرح پیدائش اگر سات فرد کی ہے تو یہی شرح یہودی کے یہاں صرف دو ہے، صیہونیت کے لئے یہ ایک نئی مشکل کھڑی ہو گئی ہے کہ ان کا معاشرہ تیزی سے بوڑھا ہو رہا ہے۔

سروے کے مطابق 2006ء میں غزہ پٹی اور مغربی پٹی کی نوجوان نسل میں 3.3% کے تناسب سے اضافہ ہوا ہے، اور ان کی تعداد 3.8 ملین ہو گئی ہے، جبکہ یہودی معاشرہ میں صرف بوڑھے 670 ملین ہیں، جو پورے اسرائیل کی آبادی کا دسواں حصہ ہیں، بوڑھوں کی اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، 65 سال سے زیادہ عمر والے افراد کا تناسب پوری یہودی آبادی میں اضافہ کے تناسب سے کئی گنا زیادہ ہے، رپورٹ کے مطابق گذشتہ 50 سالوں میں بوڑھوں کی تعداد میں 7.9% فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ آبادی میں اضافہ کا تناسب صرف 3.8% فیصد ہے، جن کی عمر 75 سال سے زیادہ ہے 1990ء میں ان کا تناسب 4.4% فیصد تھا اور یہی تناسب 2005ء میں بڑھ کر 5.6% فیصد ہو چکا ہے، سروے کے مطابق جن کی عمر 65 سال ہے یہودیوں کے یہاں ان کا تناسب 11.8% فیصد ہے اور مسلمان عربوں کے یہاں یہ تناسب صرف 2.8% فیصد ہے، 42.6% فیصدی عرب مسلمان 14 سال کی عمر کے ہیں جب کہ اس عمر کے افراد کا تناسب یہودیوں کے یہاں صرف 25.6% فیصد ہے۔

اندرونی اختلافات

اسرائیل اندرونی طور پر تقسیم در تقسیم اتنے دھڑوں میں بٹا ہوا ہے کہ دور سے اس کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا، دیندار طبقہ، تجدد پسند طبقہ پھر دینداروں میں ایک گروپ صیہونیت نواز ہے تو دوسرا صیہونیت مخالف، روشن خیال، تجدد پسند یا لادین طبقہ بھی عرب اور یہودیوں کے درمیان منقسم ہے، سیاسی طور پر جو تقسیمات ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں، دائیں بازو، بائیں بازو، نسلی بنیادوں پر اسرائیل مشرقی اور مغربی خیموں میں بٹا ہوا ہے، کمال یہ ہے کہ ان میں سے ہر طبقے کی نمائندہ دسیوں تنظیمیں اور تحریکیں ہیں۔

ان نظریاتی، فکری، طبقاتی، نسلی اور گروہی بنیادوں پر تقسیم نے اسرائیل کے لیے ایک نئی مشکل یہ کھڑی کر دی ہے کہ یہ فیصلہ نہیں ہو پا رہا ہے کہ اسرائیل کی شناخت کیا ہو اور وہ کس کی نمائندگی کرے؟ "جمہوریت"، "لادینیت" یا پھر "صیہونیت"۔

یہ اختلافات یقیناً بڑی سے بڑی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے اور اس کے ڈھانچے کو منہدم کرنے کے لیے کافی ہیں، لیکن یہ بات بھی مسلّم ہے کہ خارجی دشمن کے مقابلے کی راہ میں یہ اختلافات کبھی حائل نہیں ہوتے، یہی وہ خوبی ہے جس نے اسرائیل کے ڈھانچے کو سنبھال رکھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فلسطینی باشندوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی طرح طرح کی کوششیں کی جا چکی ہیں، لاکھوں فلسطینی ان کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں، اور لاکھوں کو جلاوطن کیا جا چکا ہے، اس کے باوجود یہ تلخ حقیقت صیہونیت کے گلے نہیں اتر رہی ہے کہ 2007ء کے اختتام کے ساتھ ہی اسرائیل میں فلسطینی مسلمان اکثریت میں آ جائیں گے، اور ان کو مٹانے کی ان کی ساری کوششیں تار عنکبوت ثابت ہونگی۔

☆☆☆☆☆

تہذیب حاضر

ورجینیا میں قتل عام

امریکہ میں نسل پرستی کی واضح تصویر

از.....انیس احمد ندوی

حال ہی میں امریکہ کی ورجینیا ٹکنالوجی یونیورسٹی میں ایک طالب علم نے ۳۲ لوگوں کو نہایت بربریت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا، اس قتل عام کا اثر دوسرے ممالک کے علاوہ ہندوستان میں بھی محسوس کیا گیا، دو ہندوستانی بھی اس بربریت کا شکار ہوگئے، تمل ناڈو کے پروفیسر جی وی لوگاناتھن اور ممبئی کی ایک طالبہ منال پنچال، وحشیت و بربریت کے اس خوفناک واقعہ سے پوری علمی دنیا خصوصاً اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکن یونیورسٹیوں کا رخ کرنیوالے طلباء کی برادری سہم گئی ہے، امریکہ جو کہ فکری و اخلاقی آزادی، سیکولرزم اور انسانی بنیادوں پر دوستی و محبت کا دعویدار ہے، جو اس بات کا ڈنڈھورا پیٹتا ہے کہ اس کے ملک میں نسلی اور لسانی تعصب نہیں پایا جاتا ہے، اسکی داخلہ اور خارجہ پالیسی صاف ستھری اور غیر متعصبانہ ہے، اس طرح کے آزاد ماحول میں کیا چیز تھی جس نے اس کوریائی/امریکی طالب علم چوسینگ ہوئی کو اس انتہائی اقدام پر آمادہ کیا؟ کیا امریکہ کا کوئی بھی شہری ایسا ہتھیار رکھ سکتا ہے، جس سے وہ دوسروں کی زندگی سفاکی و بیدردی کے ساتھ ختم کردے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ افسوسناک عمل امریکہ کے کسی عمل یا پالیسی کا ردعمل ہو؟ یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات لوگوں کے ذہن میں اس واقعہ پر پیدا ہو رہے ہیں، پوری دنیا کے دانشور اس واقعہ کو تجسس نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

خوش قسمتی سے خود چوسینگ ہوئی نے ہماری اس پریشانی کو کسی قدر حل کردیا ہے اس نے قتل کے وقت ویڈیو گرافی کی اور NBC ٹیلی ویژن نیٹ ورک کو جو Vedio Message & Clippings بھیجیں اس سے بہت سارے پیچیدہ سوالات حل ہوجاتے ہیں اور ہمیں اسکا تشفی بخش جواب مل جاتا ہے۔

۲۳ سالہ چوسینگ ہوئی نے اپنے اس عمل سے امریکی معاشرہ کی بہت سی حقیقتوں کو بے نقاب کیا ہے، NBC کو بھیجے گئے پیغامات اور فوٹو واقعہ کے دو دن کے بعد بدھ 18.04.07 کو شائع کئے گئے، قتل وسفاکیت کے اس معمہ کو ہمیں انھیں پیغامات کی روشنی میں سمجھنا چاہئے ''ایک پیغام میں ''چو'' برابر یہی کہتا رہا کہ خونریزی کے اس واقعہ کو روکا جاسکتا تھا، اور یہ بھی کہتا رہا کہ وہ اس قتل کو کمزوروں اور وہ لوگ جو اپنا دفاع خود نہیں کرسکتے ان کی طرف سے انجام دے رہا ہے، یہ الفاظ نہایت اہمیت کے حامل ہیں، اسے پاگل کی بڑ اور مجنوں کی دیوانگی کہہ کر ٹال دینا بھی امریکہ کی مکارانہ پالیسی کا ایک جزء ہے، اس افسوسناک واقعہ کو پاگل اور دیوانہ کا غیر طبعی عمل قرار دے کر اہمیت نہ دینا عقل سے ماوراء ہے، یقیناً وہ طالب علم پاگل تھا نہ فاتر العقل، دیوانہ تھا نہ خبطی، یاس وقنوط اور افسردگی کا شکار بھی نہیں تھا، بلکہ اس نے جان بوجھ کر یہ عمل انجام دیا ہے، اس بات کا قوی امکان ہے کہ واقعی اس نے یہ عمل غریبوں، مسکینوں اور پوری دنیا کے بے سہارا لوگ جن پر امریکہ ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے ان کی طرف سے انجام دیا ہوتا کہ امریکہ کو زک پہونچے اور وہ ہوش کے ناخن لے کر اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لائے۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس المناک وافسوسناک واقعہ پر صدر بش نے صرف مگرمچھ کے آنسو بہائے اور اس کو فقط خوفناک اور حیران کن واقعہ سے تعبیر کیا، اگر یہی عمل کسی پاگل یا خبطی مسلمان کی طرف سے سرزد ہوا ہوتا تو پوری امریکی مشینری حرکت میں آجاتی ایک ایک مسلمان سے پوچھ تاچھ کی جاتی، ہر مسلمان کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور شک کے ذرہ کو پہاڑ بنا کر پیش کیا جاتا، نیز تحقیق کے ہر نتیجہ کو Terrorism (دہشت گردی)، القاعدہ اور Talibanistion (طالبانیت) سے جوڑ دیا جاتا اور پوری مسلم برادری کو ملامت وتعذیب کا نشانہ بنایا جاتا، بلکہ خود امریکہ میں مسلمانوں پر انتقامی اور ردعمل کے حملے شروع ہوجاتے، عبادت گاہوں کو نشانہ بنایا جاتا وغیرہ وغیرہ.....مغربی میڈیا ہفتوں، مہینوں کیا سالوں اسے موضوع بنا کر ہائی لائٹ کرتی اور رائے عامہ کو اسلام مخالف کرنے میں اس واقعہ کا سہارا لیتی جیسا کہ ۹/۱۱ کے واقعہ سے مغرب نے فائدہ اٹھایا اور دنیا کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور اب تک وہی راگ الاپتے ہیں گرچہ ۹/۱۱ کے حادثہ کے بارے میں روز اول سے یہی کہا جارہا ہے کہ وہ یہودیوں کی سازش تھی، لیکن اس واقعہ کو بہانہ بنا کر کس قدر ہنگامہ کیا گیا اور کتنے ہی مسلمانوں کو تعذیب کا نشانہ بنایا گیا، ہر شخص کو اس کا علم ہے۔

چوسینگ ہوئی نے اپنے ایک پیغام میں کہا کہ ''یہ تو ہونا ہی تھا، یہی وہ موقع ہے یعنی سڑک کا آخری سرا جہاں سب کچھ ختم ہوجاتا ہے، یہ کیسی زندگی تھی اس

طرح جینا کوئی جینا تھا'' ایک دوسرے پیغام میں اس سے کہیں زیادہ واضح انداز میں اس نے اپنے ذہن میں ابلنے والے جذبات کی ترجمانی کی ہے، سخت لب ولہجہ میں بات کرتے ہوئے اس نے کہا کہ تمہارے پاس آج کے دن (یعنی اس المیہ) سے بچنے کے لیے لاکھوں حل اور مواقع تھے، لیکن آپ نے میرا خون بہانے کا فیصلہ کرلیا تھا، آپ نے مجھے بالکل مجبور کردیا اور زبردستی مجھے ایک کونے میں لاکھڑا کیا، مجھے آپ نے صرف ایک ہی حل دیا، یہ فیصلہ آپ کا تھا، اب آپ میرے اس قتل کے ذمہ دار ہیں، جس سے آپ کبھی بری الذمہ نہیں ہوسکتے، وہ غصہ میں کہتا ہی چلا گیا، اس نے مزید یہ کہا کہ اے بداخلاق چھوکرو تمہاری مرسیڈیز گاڑیاں تمہارے لیے کافی نہیں ہوئیں، اے مغرور وخودبیں لوگ تمہارے سونے کے ہار تمہارے لیے کافی نہ ہوئے، تمہارے ٹرسٹ کے فنڈ تمہارے لیے کافی نہ ہوئے قسم قسم کی شرابیں (روسی واد کا اور فرانسیسی برانڈی) تمہارے لیے کافی نہ ہوئیں، تمہاری ساری عیاشیاں اور بدمستیاں کافی نہ ہوئیں، یہ سب چیزیں تمہاری جسمانی عیش وعشرت کی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لیے اور زندگی کو محض لطف وخوشی میں گزارنے کے لیے کافی نہ ہوسکیں، تم نے ہر ایک کا مزہ چکھا، اب لو اس کا بھی مزہ چکھ لو۔

''چو'' کہ یہ پیغامات امریکی معاشرہ کی برائیوں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کے شہریوں میں خارجیوں کے تئیں پائے جانے والے نسلی تعصب کی بھی غمازی کرتے ہیں، یاد رہے کہ چوسینگ ہوئی اصلاً جنوبی کوریا کا باشندہ تھا جسے امریکہ نے ۲۰۰۲ء میں شام وایران کے ساتھ AXIS of Evil (بدی کا محور) کے خطاب میں شامل کیا تھا اور اب تک نیوکلیائی اسلحہ کے پروگرام کو فروغ دینے کی وجہ سے امریکہ اور جنوبی کوریا میں تناؤ اور سیاسی تعطل پایا جاتا ہے، چو کے پیغام میں کئی الفاظ ایسے آئے ہیں جس سے امریکیوں کی ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے Snobs (مغرور وخودبیں لوگ) Brats (بداخلاق چھوکرے) Dbauchery (عیاشی اور اخلاقی بے راہ روی) Deceitful Charlatan (دھوکے باز اور مکار لوگ) ان الفاظ سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ امریکی عوام بالعموم اور طلبا خصوصاً غرور وناز کے شکار ہیں اور دوسری اقوام وملل کے افراد کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

امریکی معاشرہ اس وقت مکمل انارکی کا شکار ہے اور بداخلاقی کے سنگین دلدل میں پھنس چکا ہے، پورا معاشرہ اس وقت صرف زندگی کی رنگینیوں اور سرمستیوں کے لیے جیتا ہے، اعلیٰ انسانی واخلاقی اقدار وقیم کی جگہ گھٹیا اور سفلی جذبات نے لے لیا ہے، نوجوانوں میں حددرجہ خودسری اور تشدد کا رجحان پایا جاتا ہے، اس سے قبل بھی امریکہ میں اس طرح کے واقعات پیش آچکے ہیں جس میں بچوں نے کلاس میں گولیاں چلادیں اور اپنے ساتھیوں کو نہایت بربریت کے ساتھ مار ڈالا، تشدد کا بڑھتا ہوا رجحان امریکہ کے لیے ایک زبردست خطرہ ہے، نوجوانوں میں تشدد والی فلمیں بہت مقبول ہیں اور وہ اسی کی نقالی کرتے ہیں۔

امریکہ میں ہتھیار خریدنے، رکھنے اور بڑی مقدار میں گولیاں رکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے کوئی بھی شخص اپنے تحفظ کے لیے ہتھیار خرید سکتا ہے، ہندوستان اور دوسرے ایشیائی ممالک کی طرح وہاں ہتھیاروں کی ملکیت کے لیے لائسنس کی کوئی ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ عامۃ الناس کے علاوہ لاکھوں طلباء اسلحوں کے ساتھ اسکول آتے جاتے ہیں، اور ساتھیوں کی ذراسی چپقلش یا اساتذہ کی ہلکی سرزنش پر اندھا دھند فائرنگ کردیتے ہیں، چنانچہ چوسینگ ہوئی نے سال رواں کے ماہ فروری میں، 23 Calibrewalthar P22 ہینڈ گن خریدا اور ۱۳/مارچ کو 9mm Glock 19 ہینڈ گن اور گولیوں کا ایک بکس خریدا اور انھیں دونوں ہتھوں سے اس نے ۳۲ لوگوں کو نہایت وحشیانہ انداز میں مار ڈالا اگر وہ واقعی پاگل یا سنکی تھا تو اسے بندوق خریدنے اور رکھنے کی اجازت کیوں دی گئی؟ یہ امریکی انتظامیہ کا بہت بڑا نقص ہے، جسے حل کئے بغیر ہر ایک کی زندگی ہر وقت داؤں پر لگی رہے گی۔

۱۶/اپریل کو چو نے اپنے کمرہ میں ایک لیٹر لکھ کر چھوڑ دیا تھا جس میں اس نے امیر بچوں کو نہایت سخت سست کہا تھا، عیاشی، شراب نوشی اور لڑکوں میں پھیلی ہوئی مکاری ودھوکہ بازی کی سخت مذمت کی تھی، کئی طلباء نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ واقعی بہت سے متعصب ومغرور (امارت پسند) طلبا بعض طلباء کی علیحدگی پسندی کا سبب بنتے ہیں ایک اور طالب علم نے اعتراف کیا کہ ہم نے خود نسل پرستوں کو بات کرتے ہوئے سنا ہے، Asians کے لیے ایک خاص نہایت برا لفظ Chinky ہے آپ اسے اکثر وبیشتر سن سکتے ہیں۔

چو کے اس قتل عام نے امریکہ کے قانونی اور انتظامی نظم ونسق پر سوالیہ نشان قائم کردیا ہے اور اس کا کھوکھلا پن ثابت کردیا ہے، عام آدمی کی زندگی ہر وقت خطرہ میں ہے خبروں کے مطابق بلاکتوں کے دو واقعات کے درمیان جن میں دو گھنٹہ کا وقفہ تھا چو نے NBC کو ویڈیو پیغامات بھیجے، سوال یہ ہوتا ہے کہ قتل کے پہلے واقعہ کے بعد ہی پولیس اور انتظامیہ کو حرکت میں آجانا چاہئے تھا اور چو کو حراست میں میں لے کر حالات کو قابو میں کرلینا چاہئے تھا، مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا اور قتل کے پہلے ہلہ کے بعد والے واقعہ میں چو آزاد رہا اور اس کے بعد Shooting کا دوسرا

نہایت المناک واقعہ پیش آگیا، اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ امریکہ کو اپنے شہریوں کی قطعاً کوئی فکر نہیں ہے، اگر پولیس اور انتظامیہ کو شہریوں کے تحفظ کی فکر ہوتی تو یقیناً قاتل پہلے قتل کے بعد آزاد نہ رہتا یا جس وقت اس نے ہال میں گھس کر فائرنگ شروع کی اسے ضرور قابو میں کیا جاسکتا تھا، امریکہ کو تو صرف اپنے مقاصد سے محبت ہے مادیت اور منافع کے حصول کے لیے وہ اپنے شہریوں کی زندگی داؤں پر لگا سکتا ہے، جیسا کہ اس نے افغانستان اور عراق میں اپنے شہریوں کی زندگی جوکھم میں ڈال رکھی ہے، امریکہ میں آزادی یا سیکورٹی کا جو ہنگامہ ہے وہ محض ڈھکوسلا ہے اور حقیقت کے بجائے فقط فسانہ ہے۔

امریکی معاشرہ ایک مادہ پرست معاشرہ بن چکا ہے مادہ کا حصول اور اس سے انتفاع لوگوں کی زندگی کا اول وآخر نصب العین ہوتا ہے، غریبوں اور مسکینوں کے لیے اس معاشرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے، ان کے لیے دائرہ بہت تنگ اور محدود ہے، امیروں اور عیش پسندوں کا ناجائز امیرانہ شوق اور دولت کا اندھا دھند بیجا استعمال یقیناً غریبوں کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے جب کہ انہیں بمشکل دووقت کی روٹی میسر ہو، اس پر طرہ یہ ہے کہ امریکی معاشرہ میں امراء، غرباء کے ساتھ حقارت اور ذلت آمیز سلوک روا رکھتے ہیں، اس لیے معاشرہ کے دونوں طبقوں کے درمیان ایک نہایت گہری خلیج قائم ہوگئی ہے، جسے اسی طرح کی انتقامی کارروائیوں سے بھرا جائے گا یاد رہے کہ ۱۹۹۹ء میں کولمبائن ہائی اسکول میں اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا چوسینگ ہوکی نے کہا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کمزوروں کی خاطر جان دے رہا ہوں، اس کے ویڈیو سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکی معاشرہ بالکل بند بند ہے، وہاں آزادی کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے، امریکیوں میں ایشیائی باشندوں خصوصاً غریبوں اور کمزوروں کے خلاف شدید نفرت وحقارت پائی جاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب انارکی، فتنہ وفساد نیز اخلاقی انحطاط کی اس منزل پر پہونچ چکی ہے جہاں سے قوموں کا زوال شروع ہوتا ہے، یقیناً امریکہ کا زوال شروع ہوچکا ہے اور یہ بالکل طبعی ہے کہ جس حکومت کی بنیاد تعصب، تشدد، جانبداری، عدم رواداری، نیز آزادی کے نام پر اخلاقی فساد وبے راہ روی پر قائم ہو ایسی حکومت کب تک عالم کون ومکاں میں اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جو اس کی بنیادوں کو متزلزل کردیتے ہیں اور اسی طرح ایک دن اسے زمیں بوس کردیں گے، یقیناً یہ واقعات لوگوں کو امریکی تہذیب سے متنفر کردینے کے لیے کافی ہیں۔

وقت آگیا ہے کہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے باز آئے ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے اوپر ایسے ہی افراد کو مسلط کرتا رہے گا جو اس سے انتقام لیں گے سیکورٹی کے سارے انتظامات ناکام ہوجائیں گے اور اللہ کے حکم کی بالادستی ثابت ہوگی، کیونکہ اللہ ظالمین کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ نہایت سخت ہوتی ہے، امریکہ کو چاہئے کہ وہ ہوش کے ناخن لے اور اپنی انتہا پسندانہ حکمت عملی سے باز آئے، انسانوں کے جان ومال عزت وآبرو کا خیال رکھے ورنہ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۲ کا)

..... نبی رحمت تمام انسانوں کے لیے، پوری دنیا کے لئے حضور کی بعثت، حضرت عیسیٰ نے حضرت محمد کی بشارت دی، میں مریم ہوں، عورتوں کے حقوق اسلام میں

اس جلسہ میں سوال وجواب کا پروگرام بہت کامیاب رہا، جلسہ کے شرکا میں لارڈ نذیر احمد، سر اقبال سکرائی، مشہور نومسلم خاتون صحافی ایفون ایڈلی، مشہور برطانوی ٹی وی پروگرام کے مرتب ایلن ہارٹ، اور امریکہ میں مسلم صحافی یوسف ایچ، ڈنمارک کے عبدالرحمٰن بیڈرسن (نومسلم صحافی) اور سوڈان کے ڈاکٹر جعفر ادریس خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اس سال فیصل ایوارڈ کی طرف سے خدمت اسلام کا ایوارڈ سابق روس جمہوریہ تاتارستان کے صدر مسٹیمیر شالمیف کو دیا گیا ہے۔

شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز کی صدارت میں انعامی کمیٹی کی نشست کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ کمیٹی کے صدر نے اپنے بیان میں کیا کہ جمہوریہ تاتارستان کے صدر نے پورے جمہوریہ میں اسلامی تہذیب وثقافت کو از سرنو زندہ کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں، انھوں نے حال ہی میں ایک شاندار مسجد ''قول شریف'' کے نام سے تعمیر کرائی ہے جو فن تعمیر میں نادر نمونہ ہے، اس کے ساتھ صدر تاتارستان نے ایک یونیورسٹی صرف دینی تعلیم کے لیے قائم کی ہے، جہاں روس، تتری اور عربی زبانوں میں نصابی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اس دانشگاہ کے قائم ہونے کی وجہ سے دوسرے علاقوں سے بھی بڑی تعداد میں نوجوان دینی تعلیم کے لیے تاتارستان آدھمے ہیں، تیسرا قابل ذکر کارنامہ تاتارستان کے صدر کا یہ ہے کہ انھوں نے دینی کتابوں خصوصاً قرآن وحدیث کی کتابوں کی طباعت واشاعت کے لیے جدید طرز پر ایک پریس کمپلکس بنایا ہے، جہاں نہ صرف کتابیں شائع کی جاتی ہیں، بلکہ دوسرے علاقوں کے لیے بھی کتابیں طبع کرائی جاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

دین حنیف کا اعجاز

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

(پوری دنیا میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت)

از ..... سید محمد جمشید ندوی

ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اور اسلام اسکا فطری حق اور فطری ضرورت ہے، مادیت کے اس دور نے لوگوں میں مذہب کا احساس کچھ زیادہ ہی جگا دیا ہے، اسلئے کہ سائنسی ترقی نے انکی مشکلات کو حل کرنے کے بجائے اور زیادہ بڑھا دیا ہے، اسلئے وہ مذہب سے اپنے شکوک اور اپنی مشکلات کا حل طلب کرنے میں اتنا بے چین ہے جتنا اس سے پہلے کبھی نہ تھا، عموماً عالمی زندگی اور خصوصاً مغربی زندگی از سرتا پا مصائب وآلام کا ایک پھوڑا بن گئی ہے، جسکی ہر رگ میں ٹیس ہر ریشے میں دکھن ہے، اور مغربی قومیں درد سے بے تاب ہورہی ہیں، انکے دل بیقرار ہیں، انکی روحیں کسی امرت رس کے لئے تڑپ رہی ہیں، مگر انہیں خبر نہیں کہ امرت رس کہاں ہے، مگر وہ رہ رہ کر پکارتے ہیں ع

جگر کی بجھے آگ جس سے وہ شئے لا

پانی کا نام انہوں نے سنا تو ضرور ہے مگر اس نام سے محض اسلئے گھبراتے ہیں کہ اصل شئے کو دیکھا نہیں ہے، اور اپنے جاہل ومتعصب اسلاف سے سنتے یہی چلے آرہے ہیں کہ خبردار پانی کے پاس نہ پھٹکنا، یہ ایک بڑی زہریلی چیز کا نام ہے، لیکن اب یہ اس مرحلے پر پہونچ چکے ہیں کہ اگر نام چھپا کر نفس شئے کو انکے سامنے رکھ دیا جائے تو بے اختیار کہہ دیں گے کہ ہاں ٹھیک یہی وہ چیز ہے جس کے ہم پیاسے ہیں۔

چنانچہ یہ وقت ہے کہ مغرب قوموں کے سامنے قرآن مجید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پیش کیا جائے، اور بتایا جائے کہ یہ ہے وہ مطلوب جسکی طلب میں تمہاری روحیں بے قرار ہیں، یہ ہے وہ امرت رس جس کے تم پیاسے ہو، یہ ہے وہ شجر طیب جسکی اصل بھی صالح ہے اور شاخیں بھی صالح، جسکے پھول خوشبودار بھی ہیں اور بے خار بھی، جسکے پھل میٹھے بھی ہیں اور جاں بخش بھی، جسکی ہوا لطیف بھی ہے اور روح پرور بھی، یہاں تم کو حکمت عملی ملے گی، یہاں تم کو فکر ونظر کے لئے صحیح نقطۂ آغاز ملے گا، یہاں تم کو وہ علم ملے گا جو انسانی سیرت کی بہترین تشکیل کرتا ہے، یہاں تم کو وہ روحانیت ملے گی جو راہبوں اور سنیاسیوں کے لئے نہیں بلکہ کارزار دنیا میں جدوجہد کرنے والوں کے لئے سکون قلب اور جمعیت خاطر کا سرچشمہ ہے۔

ایسے وقت میں تھوڑی سی کوشش اور توجہ بہت نتیجہ خیز ثابت ہورہی ہے، اور لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، ذیل میں اس سلسلہ کی کچھ رپورٹیں اور واقعات نذر کئے جارہے ہیں۔

فرانس میں یومیہ دسیوں لوگوں کا قبول اسلام

فرانسیسی اخبار ''لاکسپریس'' کی ایک رپورٹ کے مطابق فرانسیسی معاشرہ میں مختلف طبقات اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے، اس لیے کہ وہاں اسلام کی دعوت دینے میں بعض غیر ملکی مسلم جماعتیں بہت فعال ہیں۔

نیز فرانس میں پچھلے دنوں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۶۰۰۰۰ (ساٹھ ہزار) کو پہونچ چکی ہے، ان کے قبول اسلام کا محرک جو بھی ہو، دین اسلام سے محبت اور لگاؤ یا اپنی شناخت اور اپنی ذات کو پہچاننے کی جستجو، ان میں اکثر شہر کے نوجوان طبقہ پیش پیش ہے، اور تقریباً ان کے رجحانات اصول پسندی اور اعتدال کے درمیان ہے۔

اسلامی حجاب کے خلاف فرانسیسی حکومت کی نسل پرستانہ کارروائی کے باوجود فرانس میں اب تک لاکھوں کی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوچکے ہیں۔

بورکینا فاسو میں ۲۰۱۰ (دوہزار دس) لوگوں کا قبول اسلام

''بورکینا فاسو'' کے مختلف علاقوں میں ۲۰۱۰ لوگوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا ہے، ۹۰۷ (نوسو سات) لوگوں نے ''یونغو'' نامی گاؤں میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، جن میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں، اور گاؤں کے چودھری لوگ بھی شامل ہیں، اسلامی خبر رساں ایجنسی کے مطابق کل آبادی ۳۷۰۰ (تین ہزار سات سو) ہے، ان میں مسلمان ۲۰ فیصد اور عیسائی ۲۰ فیصد اور بت پرست ۶۰ فیصد ہیں۔

اور ''بینغا'' میں ۷۱۰ لوگوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور ان میں تین لیڈر بھی ہیں، اور ''سیلی'' علاقہ کی دو بستی ''لی'' اور ''تونو'' میں ۲۴۱ لوگوں نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا ہے، پہلی بستی کی آبادی ۴۵۰۰ لوگوں پر مشتمل ہے، اسی طرح ''بینغو'' میں چودھری سمیت ۱۵۲ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اس بستی کی آبادی ۹۲۵۰ لوگوں پر مشتمل ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ ان بستیوں میں سے اکثر بستیاں ایسی ہیں کہ جن میں مساجد اور کنوؤں کی اشد ضرورت ہے۔

برطانیہ میں اسلام کی مقبولیت۔ ایک کلیسا مسجد میں تبدیل

اقامت صلاۃ کے لیے جگہ کی حصول یابی کے لیے

برطانیہ کے ایک شہر ''کلیٹر وی'' میں مسلم اقلیت کی جانب سے سخت کشمکش کے بعد آخرکار حکومت کو ایک کلیسا کو مسجد میں تبدیل کرنے کی اجازت دینی پڑی، جب کہ ۴۰ سال سے اس میں عبادت نہ ہونے کیوجہ سے عیسائی اس کو کارخانہ بنا چکے تھے۔

اقامت صلاۃ کے مسئلہ میں مسلمانوں کو بڑی دشواریاں پیش آرہی ہیں، اورای کے ساتھ شہر میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور سرگرمیوں کیوجہ سے خوف وہراسیگی پھیلی ہوئی ہے۔

''کلیٹر وی'' کی کل آبادی ۱۴۵۰۰ ہے.....

.....اس کی بنیاد ۱۱۲۲ میں ڈالی گئی، جو شمالی ''لانکشایر'' کے علاقہ میں واقع ہے، یہ بات بالکل آشکارا ہے کہ برطانیہ اپنے آپ کو عیسائی ملک کہتا ہے، لیکن ایک نئی تحقیق کے مطابق جس کو ''کریشیاں ریسرچ'' تنظیم نے تیار کیا ہے کہ اخیر کی دہائی میں نماز پڑھنے والے مسلمانوں کی تعداد کلیسا جانے والوں کی تعداد سے زاید ہوگئی ہے۔

روس میں اشتراکیت پر اسلام کی فتح

روس میں اشتراکی نظام نے اسلام کو جن زنجیروں میں جکڑ دیا تھا آج وہ زنجیریں ٹوٹنے لگی ہیں، روس کی مسجدیں جو کبھی خالی رہا کرتی تھیں، اب نمازیوں کی کثرت کے سبب جگہ کی تنگی محسوس کی جارہی ہے، تاہم مسلمان روس کی حالیہ تہذیبی قدروں سے بدظن ہیں، ٹیلی ویزن پر اخلاق سوز پروگراموں کی بہتات اور بے حیائیوں نے روسی سماج پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، روس کے شہر مکچہ کالا کی مسجد کے امام خارجی کسن گسالوی نے بتایا کہ یہاں تہذیبی قدریں مفقود ہو چکی ہیں، باہمی محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ بلا غرض تعاون کا نظریہ یہاں ختم کردیا گیا ہے، کیا اسی کو ترقی یافتہ تہذیب کہتے ہیں؟ 1991 میں سوویت روس کے ٹوٹنے کے بعد مسلمانوں کو قدرے آزادی کی فضا میسر آگئی ہے، روس میں آبادی بڑھانے کے لئے فی الحال کثیر رقم خرچ کی جاتی ہے، اس میں مسلمان بہت اچھا رول ادا کررہے ہیں، وسط ایشیا سے آنے والے مسلمانوں سے بھی یہاں آبادی بڑھی ہے، روس کے سرکاری ذرائع کے مطابق 1989 میں مسلمانوں کی آبادی صرف ایک کروڑ بیس لاکھ تھی جواب بڑھ کر تین کروڑ ہوگئی ہے، روس میں اسلام پر عمل پیرا ہونا اب بھی بیشتر مسلمانوں کے لئے کٹھن ہے، تاہم کچھ لوگوں کو اچھی فضا بھی میسر آجاتی ہے، جمشید علی بودے کے ماسکو کی ایک آٹو فیکٹری میں کام کرتے ہیں 50 ورکروں کی ٹیم میں وہ واحد مسلم ہیں، جمشید جب نماز پڑھتے ہیں تو باقی تمام ورکرس انہیں دیکھتے رہتے ہیں، جمشید نے نماز کے وقت کے لئے سیل فون میں الارم لگا رکھا ہے، اب الارم بجتے ہی اسے آگاہ کردیتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے اور اسے نماز پڑھنا چاہیے، لیکن مسلمانوں کی اکثریت کو یہاں پریشانی کا سامنا کرنا پڑرہا ہے، حکومت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے تشویش میں مبتلا ہے، مسلمانوں پر گاہے بگاہے جملے بھی کسے جاتے رہتے ہیں، روس کے صدر ولادیمیر پوتن اس ضمن میں کئی بار میٹنگیں بلا چکے ہیں، جس میں یہ بات رکھی گئی کہ اسلام کے فروغ کو روکنے کے لئے کیا اقدامات کئے جاسکتے ہیں، امام گنالوی سے جب سوال کیا گیا کہ یہاں حکومت کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کیسے ہیں تو انہوں نے کہا کہ حکومت مسلمانوں کے کسی کام میں کوئی تعاون نہیں کرتی ہے، یہاں داغستان کے علاقہ میں 80 (اسی) فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے، لیکن بہت مشکل اور جدوجہد کے بعد حکومت نے ایک نئی مسجد کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، انہوں نے الزام لگایا کہ حکومت کے زیر نگیں خفیہ تنظیمیں ہیں جو نوجوانوں کو اغوا کرتی ہیں، گذشتہ تین سالوں میں کم از کم بیس سے تیس نوجوان لاپتہ ہو چکے ہیں، جن کے بارے میں اب تک کوئی جانکاری نہیں ملی ہے، تاہم انہوں نے کہا کہ رکاوٹوں کے باوجود لوگ اسلام کی طرف تیزی سے راغب ہورہے ہیں، حکومت جتنا اسلام کو دبانے کی کوشش کرے گی یہ اتنا ہی پھیلے گا۔

یوسف اسٹیس، متعصب پادری سے داعیٔ اسلام بن گئے

''جوزیف اسٹیس'' نے ایک متشدد نصرانی خاندان میں نشوونما پائی، انجیل اور نصرانی مذہب کا علم حاصل کیا، اور نصرانی لاہوتی علوم میں ماجسٹر کی ڈگری حاصل کی، لیکن نصرانیت کے سلسلے میں انہیں ہمیشہ بے اطمینانی رہی، اور متعدد سوالات ان کے ذہن میں پیدا ہوئے، جس کا جواب انہیں نصرانیت میں نہیں مل سکا، بلکہ اور ان سوالوں میں الجھتے گئے، اور وہ سوالات ان کے لیے ایک معمہ بن گئے۔

لیکن اس متعصبانہ نشوونما کیوجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دل میں سخت نفرت وکراہیت تھی، مسلمانوں کے بارے میں ان کا تصور یہ تھا کہ وہ بت پرست ہیں اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اور صحرا میں ایک کالے صندوق (کعبہ شریف) کی عبادت کرتے ہیں اور ظالم وجابر اور دہشت گرد ہوتے ہیں، اور ان کے عقیدے کی جو مخالفت کرتا اس کو تہہ تیغ کردیتے ہیں، یہ درندے ہیں جو انسانی آبادی میں سفاکی وخونریزی مچاتے ہیں، لیکن خدا کی قدرت بھی عجیب ہے کہ عموماً موافق حالات پیدا کرکے اس سے موافق عمل وجود میں لاتی ہے، چنانچہ اسٹیس کے ظاہری حالات بھی کچھ ایسے ہی تھے کہ جس سے یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ یہ اسلام کی دولت سے بہرور ہونگے۔

چنانچہ ''اسٹیس'' اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں: میرے اسلام لانے کا قصہ اس شخص کے اسلام لانے کی طرح نہیں ہے جسے کوئی مترجم قرآن یا کوئی اسلامی کتاب ہدیہ میں دی گئی ہو اور وہ اسے مطالعہ کرکے اسلام کی حقانیت تک پہونچ گیا ہو، بلکہ میں

تو اسلام کا سخت دشمن اور مسلمانوں کا زبردست مخالف تھا، جیسا کہ اوپر گزرا، اور نصرانیت کو عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا، جب بھی کوئی مجھے اسلام کی دعوت دیتا تو میں اسے نصرانی بنانے کی پوری کوشش کرتا لیکن خود اسلام قبول کرنے کا ارادہ تو کیا دل میں خیال بھی نہیں لاتا تھا۔

۱۹۹۱ء میں، میں نے مع اپنے والد کے ایک مصری مسلمان کے ساتھ مل کر جس کا نام محمد عبدالرحمٰن تھا ایک تجارت شروع کی، پہلے تو میں نے اس کا سامنا کرنا بھی ناپسند کیا، اس لیے کہ وہ مسلمان تھا، اور مجھے مسلمانوں سے حددرجہ نفرت تھی، لیکن پھر بعد میں کچھ تردد کے بعد مناسبت پیدا ہوئی، اور یہ اس لیے نہیں کہ میں اسلام سے قریب ہوگیا اور اسے پسند کرنے لگا، بلکہ اس مسلمان کو نصرانیت کی دعوت دینے کے لیے گویا میں نے اس سے مصالحت کرلی۔

میرے اور اس مسلمان کے مابین ایک لمبی گفتگو ہوئی، اس درمیان اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں گفتگو ہوئی، میں نے اسلام اور مسلمانوں پر تنقید کرتے ہوئے چبھتے ہوئے جملے کہے، لیکن اس نے ہماری تمام باتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔

کچھ دنوں کے لیے محمد عبدالرحمٰن میرے گھر رہنے لگا، یہ میرے لیے زریں موقع تھا، میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور دوسرے پادریوں کو محمد عبدالرحمٰن کو نصرانی بنانے کی دعوت دی، مختلف ملاقاتیں ہوئیں، اس دوران سبھوں نے اسے نصرانی بنانے کی کوشش کی، اس ضمن میں میں نے کئی ایک سوالات کئے، ایک سوال یہ کیا کہ ۱۴۰۰ (چودہ سو سال) کی طویل مدت گزری اس مدت میں قرآن کریم کے کتنے نسخے دنیا کے سامنے آئے؟ اس مسلمان نے جواب دیا کہ صرف ایک قرآن، جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، وہ محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون﴾ اسی طرح مختلف مسائل کے سلسلے میں گفت وشنید ہوئی، مسئلہ تثلیث، مسئلہ اعتقاد فی اللہ، مسئلہ اعتقادفی الاسلام۔

محمد عبدالرحمٰن کے جوابات بڑے ہی موثر تھے، جواب دیا ﴿قل هو الله احد، الله الصمد﴾ اس جواب نے میرے دل کی دنیا بدل دیا۔

لیکن میرے اسلام قبول کرنے سے پہلے جس وقت میں انتظار میں تھا کئی ناگہانی واقعے پیش آئے، چنانچہ ایک دن میرے ایک پادری دوست نے محمد عبدالرحمٰن سے کہا کہ مجھے مسجد لے چلو تاکہ میں مسلمانوں کی عبادت اور ان کی نمازوں کے بارے میں مزید جانکاری حاصل کرسکوں، محمد عبدالرحمٰن لے کر گئے، وہاں نمازیوں کو دیکھا کہ مسجد آرہے ہیں نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر بلا کسی اتکان کے واپس چلے جارہے ہیں، آخرکار چند دنوں کے بعد میرا دوست پادری مجھ سے پہلے مسلمان ہوگیا، چنانچہ اس کا مجھے بڑا صدمہ ہوا، اور اپنے آپ کو کوسنے لگا اور اپنے آپ سے سوال کرنے لگا کہ کیسے وہ اسلام لانے میں مجھ سے سبقت لے گیا، پھر میں نے سابق پادری اور محمد عبدالرحمٰن کے سامنے کلمۂ شہادت کا اعلان کیا اور اسلام کو اپنا دین بنالیا، تھوڑی دیر کے بعد میری بیوی بھی مسلمان ہوگئی، اور میرے والد نے چند مہینے انتظار کیا پھر اللہ نے انہیں بھی توفیق دی اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، ہم سب کے اسلام لانے میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل کارفرما ہے، پھر اس مسلم (محمد عبدالرحمٰن) کا اسوۂ حسنہ ہے، جس نے بہترین پیرائے میں اسلام کی دعوت دی۔

اس کے بعد میں نے اسلام کی دعوت کا بیڑا اٹھالیا، اسلام کی صحیح صورت لوگوں کے سامنے پیش کرتا کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو بلند اخلاقی کی تعلیم دیتا ہے اور آپس میں الفت ومحبت، مساوات ومواخات کو رواج دینے کی تعلیم دیتا ہے، اسلام ظلم وجور کو ختم کرنے کے لیے آیا ہے نہ کہ اس کو فروغ دینے کے لیے۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۳۰ کا)

لیکن جب وہ اپنے مشاہدات اور تاثرات کو بیان کرتا ہے تو ان میں بہت سی نئی چیزیں شامل ہوجاتی ہیں، زندہ اور متحرک سفرنامے وہی ہوتے ہیں جو مسافر اور سیاح کے ساتھ ساتھ رہیں، تب ہی مشاہدات اور کیفیات صحیح تناسب کے ساتھ قاری تک پہنچتے ہیں۔

مولانا محمود الرحمٰن فاروقی ندوی کے دو تازہ سفرناموں کو پڑھ کر یہ احساس ہوا کہ وہ ایسے مسافر اور سیاح ہیں جن کے مشاہدات اور تاثرات پوری دنیا میں جگمگا رہے ہیں پڑھنے والا یہ محسوس کرتا ہے اور مشاہدہ بھی کہ ہم بھی مسافر کے ساتھ چل رہے ہیں، دیکھ رہیں اور مسکرا رہے ہیں۔

فاروقی صاحب کا پہلا سفرنامہ جاپان وچین کے بارے میں ہیں، اس پرگراں قدر مقدمہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے قلم سے ہے جو خود کئی سفرناموں کے مصنف ہیں اور جنھوں نے آدھی سے زیادہ دنیا دیکھی ہے۔

دوسرا سفرنامہ ''نیل کے کنارے کنارے'' ہے اس کا تعلق مصر کی سیاحت سے ہے، دونوں ہی سفرنامے معلومات سے بھرپور، ان کی تحریر کا انداز بھی اچھوتا اور دلکش ہے۔

مصر وچین کا شمار دنیا کے قدیم ترین ملکوں اور وہاں کی تاریخ وتہذیب کا شمار بھی قدیم ترین تاریخوں اور تہذیبوں میں ہوتا ہے اس لیے ان سفرناموں میں بھی عجائبات کی دنیا چلتی پھرتی نظر آتی ہے یہ دونوں سفرنامے بمبئی کے مشہور روزنامہ انقلاب میں چھپ چکے ہیں، اب فرید بکڈپو نے خوبصورت انداز میں چھاپ دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

تعارف وتبصرہ

از.....ابوالمعظم ندوی

نام کتاب : امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی: حیات وخدمات
مصنف : پروفیسر محمد عبدالحئی فاروقی
صفحات : ۷۷۲
قیمت : دوسرا ایڈیشن مجلد: دوسو پچاس روپے
ناشر : اے.ایچ.فاروقی
فرسٹ فلور، AZ 2541/28 تغلق بازار، اکشن، نئی دہلی 110019

عالم اسلام کے مجددین ومصلحین کی سیرت وتاریخ کے نامور مصنف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی کے حادثۂ وفات پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ ”مولانا اس وقت دنیائے اسلام کے ممتاز ترین علماء مصلحین اوران چند برگزیدہ شخصیتوں میں سے تھے جن سے اللہ تعالی نے تاریخ اسلام کے مختلف زمانوں میں خاص اصلاحی وتجدیدی کام لیا ہے، وہ علاوہ اس کے کہ ایک بڑے متبحر عالم، عمیق النظر فقیہ تھے، ایک کامیاب مصنف اور متکلم اور صاحب سلوک وصاحب سلسلہ شیخ اور خوش بیان مقرر بھی تھے، ان کی سب سے بڑی خصوصیت اور امتیاز یہ تھا کہ انھوں نے عام مسلمانوں اور اہل سنت کے ذہنوں کو صاف کرنے کا اور صحابہ کرام سے ان کا رابطہ تازہ ومستحکم کرنے کا ضروری کام انجام دیا، اوراس سلسلہ میں ان غلط فہمیوں اور غیر اسلامی اثرات سے بچایا جو ناواقفیت، غلط صحبت اور غلط پروپیگنڈے سے ان میں سرایت کرگئی تھیں، حقیقت میں ہندوستان کی سرزمین میں اس مخصوص سلسلہ کے جس اصلاحی کام کو حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے وقت میں انجام دیا تھا مولانا نے اس کو بہت آگے بڑھایا اور اس کی ترقی وتکمیل کی خدمت انجام دی اس میں مبالغہ نہیں بیکہ وہ اس موضوع خاص شیعہ لٹریچر اوران کے عقائد اور علم کلام کے اس زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے اوراس سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ عصر حاضر میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی بلکہ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان کی تحقیقات بہت سے قریب العصر متقدمین سے بھی آگے بڑھ گئی تھیں“

حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی کے امتیازی خصوصیات اور ان کے تجدیدی واصلاحی کارناموں کے بارے میں یہ شہادت اس شخصیت نے دی ہے جس کے قلم نے چودہ سوسالہ اسلامی تاریخ میں پیدا ہونے والے ممتاز مصلحین ومجددین اورعلمائے ربانیین کی اصلاحی وتجدیدی کوششوں کی مربوط اور مسلسل تاریخ لکھی ہے، مولانا عبدالشکور جیسی عبقری شخصیت پراب تک کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی تھی اوراس بات کی شدید ضرورت تھی کہ تفصیل کے ساتھ مولانا فاروقی کی تجدیدی واصلاحی کوششوں پر روشنی ڈال دے تاکہ نئی نسل اس غیر معمولی شخصیت کے کارناموں سے واقف ہوسکے۔

خوشی کی بات ہے کہ اس خانوادہ کے ایک ممتاز عالم اورایک صاحب قلم پروفیسر عبدالحی فاروقی نے ایک مبسوط اور مفصل کتاب اپنے نامور دادا حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی کی سیرت واخلاق، صفات وکمالات اوران کی تجدیدی واصلاحی کوششوں پر بڑی دیدہ ریزی اور غیر معمولی محنت وتحقیق سے تیار کردی ہے بلکہ مصنف نے اس کتاب کے ذریعہ بڑے نادراور قیمتی دستاویزات کو محفوظ کردیا ہے جوایک مستقل کام ہے۔

یہ کتاب مولانا عبدالشکور فاروقی کی شخصیت اوران کے عہد کے ماحول، خصوصا لکھنؤ کی دینی فضا، سیاسی وسماجی، ماحول اور عام طور سے ہندوستان کے مسلم معاشرہ کی تصویر پیش کرتی ہے، مصنف نے کتاب کیا لکھی ہے کہ چیونٹی کے منہ سے شکر کے دانے لے کر جمع کردئے ہیں یہ کام بڑا صبر آزما اور غیر معمولی جدوجہد کا متقاضی تھا معاصر شخصیتوں پر جو بڑے قیمتی سوانحی نوٹ مصنف نے لکھے ہیں وہ اختصار وجامعیت کا نمونہ ہیں، ان سے لکھنے والے کی گہری واقفیت اور سیرت وسوانح نگاری میں مطلوب اعتدال وتوازن، معروضی انداز اور مؤرخانہ احتیاط کے ساتھ شستہ وشائستہ زبان پر قدرت کتاب کی امتیازی خصوصیات ہیں یہ کتاب ایک قیمتی دستاویز اور دعوتی واصلاحی کام کرنے والے کے لیے اس کا مطالعہ لازمی ہے۔

نام کتاب : ناقابل یقین جاپان وچین
مصنف : محمود الرحمٰن فاروقی ندوی
صفحات : ۲۰۸
قیمت : درج نہیں
ناشر : فرید بکڈپو، دہلی-۲۰

جب سے دنیا کی طنابیں سمٹ کر گلوبل ویلیج کی صورت میں تبدیل ہوگئی ہیں سفرنامے بھی بھانت بھانت کے آرہے ہیں، ہر شخص اپنے ذوق اور نظر سے دنیا کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے.....

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

ایم.ایم. یو.ٹرسٹ رام نگر، ضلع مینگلور
کے زیر نگرانی مندرجہ ذیل مدارس میں
بی.فارما، ڈی.فارما، اسکول آف نرسنگ، بی.ایڈ (انگلش میڈیم)، ڈی.اے؛ (انگلش میڈیم) میں برائے سال 2007-08 داخلے شروع ہوچکے ہیں۔
ضرورت مند احباب سے گزارش ہے کہ اپنے بچوں کے داخلوں کے لیے صدر برائے ایم.ایم. یو.ٹرسٹ، بمقابل گورنمنٹ ہیلتھ آفس، رامنگر 571511 ضلع مینگلور سے بالمشافہ ملاقات کریں یا مصدر برائے ایم.ایم. یو.ٹرسٹ، رام نگر کے نام پر -/200 روپیہ کا ڈمانڈ ڈرافٹ روانہ کرکے پراسپیکٹس حاصل کریں۔
صدر برائے ایم.ایم. یو.ٹرسٹ، رام نگر-571511

Kamaluddin
& Sons Perfumers
Specialist In
Indian Attar Like Shamama, Rhuhkhus, Hina etc.
عطر کی مشہور قدیم دوکان
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
کمال الدین اینڈ سنس پرفیومرس
Akbari Gate, Lucknow-226003
Phone : 0522-2267501

ضروری اعلان
دبئی، کویت، قطر میں انگلش سے عربی، اور عربی سے انگلش ٹرانسلیشن کے لیے مختلف افراد کی ضرورت ہے۔
خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل فون نمبروں پر رابطہ کریں یا ای-میل کریں
09910194851, 09910194352
E-mail: atiqhashmi@msn.com
فون نمبر دبئی: 00971506755332
عمر الحامد

شوگر کے مرض سے دائمی نجات کے لئے ایک مؤثر یونانی دوا
رجسٹرڈ نمبر 17476
شوگر آف
چار ماہ مسلسل استعمال سے شوگر کے مرض سے مکمل چھٹکارا۔
اسٹاکسٹ: اودھ اسٹور، امین آباد لکھنؤ
فون: 0522-2614054
تیار کردہ: آرام فارمیسی، لکھنؤ
فون: 2248567، موبائل: 9415500247
9936510837

Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796

پروپرائٹر: ولی اللہ

WALIULLAH
JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery

ولی اللہ جویلرس
Jutey wali Gali,
Aminabad, Lucknow

Quba Awning
Awning & DEMOTENT
Demotent
Scooter India Crossing
Gauri Bazar Kanpur Road
Lucknow
Ph: 0522-2817580
M: 09335236026, 09839095795
Branch Office
Maidan Pur Takiya Kalan Raibrelly
Ph: 9336324071

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Ph: 23460220-23468708 Tele: Add Cupkettle

Maqbool Mian
Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9415001207-9335726377

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781-23459921
145, Sarang Street,Crawford Market, Mumbai-400003

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered
Sherwanis, Pullowers, Jackets,
Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
men mark ®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone: (S) 2616946 (R) 2627443

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956
حرمین ٹریڈرس
محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکسٹ
النبیل یو اے ای۔ کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ
حرمین بک ڈپو
پرفیومس النبیل دوبئی
شہر لکھنؤ U.A.E کے مختلف عطریات سے معطر
کھوجاتی سرمہ
روغن بلسن
عطریات
دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی-این-ورما روڈ، امین آباد، لکھنؤ

Abdullah Malik (Managing Director) Ph: 0522-2266824, 2252789, (O) 2240999
S. Abdul Malik & Sons
Our World Famous Perfumes Exporters, Importers & Manufacturing Perfumesetc
Shamamatul Amber , Keora, Gulab, Ruh Khus, Ruh Gulab, Mohsin Shamama, Malik Shamama
253/28, Nadan Mahal Road, Nakkhas , Lucknow, U. P. (India)

Nadwatul Ulama
P.O. Box No. 93, Tagore Marg,
Lucknow - 226007 (India)

ندوۃ العلماء
ص.ب. ۹۳ ٹیگور مارگ
لکھنؤ. ۲۲۶۰۰۸ (الہند)

Date _____

التاریخ _____

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے۔ طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں درجات کی بڑی کمی واقع ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے سال گذشتہ داخلے محدود کرنے پڑے، اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید درسگاہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا، اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید درسگاہ میں جو تین منزلہ ہوگی پندرہ درجات ہوں گے۔ ہر درجہ ۳۴×۲۵ فٹ کا ہوگا۔ اور اس کے سامنے برآمدہ ہوگا تاکہ طلباء کو تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس تعمیر پر ۷۶ لاکھ روپئے کے خرچ کا تخمینہ ہے، جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے، اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباءِ علمِ دین دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہونچے گا۔

وما ذلك على الله بعزيز

(مولانا) واضح رشید ندوی	پروفیسر وصی احمد صدیقی	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) مفتی محمد ظہور ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے: Nadwatul Ulama

Phone : (91-522) 2741316, 2740151 Fax : 2741231, 2741221
e-mail Address : nadwa@sancharnet.in / website: www.nadwatululama.org